Spot CMYK#Waheed

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... جس کی لاٹھی اُس کی بھینس .... محمد رضوان صاحب ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۱۳، آیت نمبر۱۴، ۱۵) .... منافقین کا طرزِ عمل .. محمد رضوان صاحب ۷

درسِ حدیث .... نکاح کی فضیلت واہمیت اوراس کے تقاضے (قسط۲) ..... محمد یونس صاحب ۱۰

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ (قسط۳) .... محمد رضوان صاحب ۱۴

ماہِ شعبان اورشبِ برأت .... // // ۲۴

ماہ شعبان: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں .... طارق محمود صاحب ۲۹

حضرت صالح علیہ السلام اورقومِ ثمود (قسط۶) .... محمد امجد حسین صاحب ۳۲

صحابیٔ رسول حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ (دوسری وآخری قسط) .... طارق محمود صاحب ۳۷

آدابِ تجارت (قسط۶) ....: منظور احمد صاحب ۳۹

راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹادینے کی فضیلت .... محمد ناصر صاحب ۴۵

کھانے پینے کے آداب (قسط۴) .... محمد رضوان صاحب ۴۸

تصوف اورپیری مریدی میں پیداشدہ خرابیاں .... // // ۵۳

مکتوباتِ مسیحُ الاُمّت (بنام حضرت نواب قیصر صاحب) (قسط۱۷) ..... ترتیب: محمد رضوان صاحب ۵۹

علماء کا حُکّام کے ساتھ رویہ (تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں) .... // // ۶۰

علم کے مینار .... مورخِ اسلام ابوالحسن علی المسعودی .... طارق محمود صاحب ۶۴

تذکرۂ اولیاء: .. محبوبِ سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (قسط۱) ..... جناب عبدالسلام صاحب ۶۷

پیارے بچو! .... بچّو، لڑائی جھگڑے سے بچو .... محمد رضوان صاحب ۷۱

بزمِ خواتین .... شادی کوسادی بنایئے (قسط۴) .... محمد رضوان صاحب ۷۴

آپ کے دینی مسائل کا حل ... امام کا غلطی سے آہستہ یا بلند آواز سے قرائت شروع کردینا .... ادارہ ۷۸

کیا آپ جانتے ہیں؟ .... جیولری کے بعض کاروباری مسائل ...... محمد رضوان صاحب ۸۱

عبرت کدہ ...... ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط۶) .... محمد امجد حسین صاحب ۸۶

طب وصحت .... نیند وبیداری (دوسری وآخری قسط) .... محمد رضوان صاحب ۹۲

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز .... محمد امجد حسین صاحب ۹۴

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں .... ابوجویریہ ۹۵

SOME USEFUL ISLAMIC INFORMATION .... ابرار حسین ستی ۱۰۰

Idara Ghufran

اداریہ محمد رضوان صاحب

جِس کی لاٹھی اُس کی بھینس

ایک واقعہ بچپن میں بعض بزرگوں سے سُننے کو ملا تھا کہ ایک پرندہ جسے اردو زبان میں ''فاختہ'' کہا جاتا ہے، کسی درخت پر بیٹھ کر اپنی مخصوص آواز نکال رہا تھا اسی دوران اس طرف سے ایک مسلمان کا گزر ہوا، یہ مسلمان اس پرندہ کو حیرت سے کھڑا ہو کر دیکھنے لگا، کیونکہ اس مسلمان نے سُنا ہوا تھا کہ یہ پرندہ اپنی زبان سے یہ الفاظ ادا کرتا ہے **''سُبحان تیری قُدرت''** یہ مسلمان اس پرندہ کو دیکھتا جاتا اور اس کی آواز سُن کر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اللہ تعالیٰ کی شان کے بارے میں سوچتا جاتا تھا، اتنی دیر میں ادھر سے ایک اور آدمی کا گزر ہوا، یہ شخص ہندو مذہب سے تعلق رکھتا تھا، جب اس ہندو نے مسلمان کو وہاں حیرت کے انداز میں کھڑا ہوا دیکھا تو اس سے معلوم کیا کہ آپ یہاں کھڑے ہو کر کیا دیکھ رہے ہو؟ مسلمان نے اطمینان کی حالت میں جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ کر رہا ہوں کہ کس طرح یہ پرندہ ''سُبحان تیری قُدرت'' کہہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کر رہا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کا مذہب بالکل برحق اور صحیح ہے، ہندو نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو، یہ ہرگز بھی یہ نہیں کہہ رہا جو تم سمجھ رہے ہو یعنی ''سُبحان تیری قُدرت'' بلکہ یہ پرندہ تو ہمارے مذہب کی بات کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے **''سیتارام دَسرَتھ''** ابھی مسلمان اور ہندو کے درمیان یہ مکالمہ جاری تھا کہ ادھر سے ایک سبزی فروش آ گیا جو اپنی ریڑھی پر پیاز، لہسن اور ادرک وغیرہ فروخت کر رہا تھا، اس نے جب مسلمان اور ہندو کو آپس میں بحث و مباحثہ کرتے ہوئے دیکھا تو اس کی وجہ معلوم کی، مسلمان اور ہندو دونوں نے اس ریڑھی والے شخص کے سامنے اپنا اپنا مؤقف رکھ دیا اور ریڑھی والے شخص سے کہا کہ تم ہی انصاف کرو کہ کس کی بات صحیح ہے اور کس کی غلط؟ مگر اس تیسرے ریڑھی والے شخص نے کہا کہ تم دونوں ہی غلط کہہ رہے ہو، یہ پرندہ تو دراصل کہہ رہا ہے **''پیاز لہسن، ادرک''** پہلے تو دو شخصوں میں بحث و مباحثہ ہو رہا تھا، اب تیسرا شخص بھی شریک ہو گیا، ابھی ان تینوں میں بحث و مباحثہ جاری تھا کہ ایک چوتھا شخص آ گیا جو دراصل ایک قصائی تھا اور اپنے سر پر ٹوکرے میں گوشت وغیرہ لے کر جا رہا تھا، جب اس نے ان تینوں کو جھگڑتے ہوئے دیکھا تو ان سے اس کی وجہ معلوم کی، سب نے اپنا اپنا مؤقف بیان کر دیا، اس چوتھے شخص نے تینوں کا مؤقف سُننے کے بعد جواب دیا کہ تم سارے

Idara Ghufran

بے وقوف ہو،اور سب غلط باتیں کر رہے ہو، یہ پرندہ تو دراصل میری برادری کا ہے،اور مجھے خطاب کر کے کہہ رہا ہے کہ **"سری، پائے ڈھک رکھ"** اب جھگڑنے والوں کی تعداد تین سے چار ہوگئی،اور اچھا خاصا شور ہوگیا،سب اپنے اپنے مؤقف پر ڈٹے ہوئے تھے اور مکالمہ سے گزر کر مجادلہ کی نوبت آ گئی تھی،کسی بھی طرح فیصلہ نہیں ہو رہا تھا اور ہر ایک دوسرے سے اس کے مؤقف کے درست ہونے کی دلیل طلب کر رہا تھا کہ اتنے میں اُدھر سے ایک پانچواں دیہاتی، اَن پڑھ اور جٹ آدمی آ گیا،جس کا نام "لاٹھی مار" تھا، جب اس لاٹھی مار آدمی نے مذکورہ چار افراد کو مباحثہ ومجادلہ کرتے ہوئے دیکھا تو اُن سے اس کی وجہ معلوم کی،ساری تفصیل اس کے سامنے رکھ دی گئی،اس نے پوری تفصیل سُننے کے بعد اپنا فیصلہ سُنایا کہ تم سب غلط کہہ رہے ہو اور تم میں سے کسی کے پاس بھی اپنے دعوے کی کوئی مضبوط اور معقول دلیل نہیں ہے، حقیقت اور واقعہ یہ ہے کہ یہ پرندہ کہہ رہا ہے کہ **"تیل لگا کر لٹھ رکھ"**۔

پہلے سے موجود چاروں اشخاص نے اس لٹھ مار کی بھی پُر زور تردید کی اور کہا کہ تم غلط بات کہتے ہو،اور تمہارے پاس اس کی کوئی قوی دلیل نہیں ہے،اب ایک پرندہ کی آواز کے بارے میں پانچ قسم کے متضاد موقف جمع ہوگئے تھے۔

* **سُبحان تیری قُدرت**............ **(مسلمان کا موقف)**
* ....**سیتارام دسرت**............**(ہندو کا موقف)**
* ....**پیاز،لہسن،ادرک**........ **(سبزی فروش کا موقف)**
* ....**سری،پائے ڈھک رکھ**......... **(قصاب کا موقف)**
* ....**تیل لگا کر لٹھ رکھ**..........**(لاٹھی مار شخص کا موقف)**

لاٹھی مار نے کہا کہ میرے پاس اس کی مضبوط اور قوی دلیل ہے جو تم میں سے کسی کے پاس بھی نہیں ہے،سب نے کہا تو اپنی وہ دلیل ذرا جلدی سے پیش کرو، دیر کیوں کرتے ہو، تا کہ ہم بھی دیکھیں کہ آپ کی دلیل میں کتنا وزن ہے، یہ سُنتے ہی لٹھ مار نے تیزی سے اپنی لاٹھی چاروں افراد پر استعمال کرنا شروع کردی اور ساتھ ہی یہ بھی کہنا شروع کر دیا کہ "تیل لگا کر لٹھ رکھ" تھوڑی ہی دیر میں تمام افراد نے اپنا اپنا موقف چھوڑ کر بیک زبان یہی کہنا شروع کر دیا کہ "تیل لگا کر لٹھ رکھ" اور لاٹھی مار آدمی کے موقف پر ڈنڈے کے زور سے تمام لوگوں کی طرف سے فیصلہ اور اتفاق ہوگیا۔

ملاحظہ فرمایئے! کہ لاٹھی اور ڈنڈے نے اپنے زور پر سب کو قابو کرلیا۔

معلوم ہوا کہ لاٹھی اور ڈنڈے کے زور پر لٹھ مار آدمی سب کو زیر کردیتا ہے، اس واقعہ سے آپ حضرات کو کم ازکم اتنا اندازہ تو ہوگیا ہوگا کہ ڈنڈے کے زور پر سب کچھ منوالیا جاتا ہے، دھونس اور دباؤ سے ایک جھوٹ کو بھی سچ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے، اسی سے آپ حضرات کو اُس کہاوت کا بھی مطلب اچھی طرح سمجھ گیا ہوگا، جو ان لفظوں سے مشہور ہے ''جس کی لاٹھی اُس کی بھینس''

یعنی جس کے پاس لاٹھی کا زور ہوتا ہے وہ لاٹھی کے بل بوتے پر دوسرے کی بھینس کو بھی اپنی بنوا اور منوالیتا ہے، یہ کہاوت تو اگرچہ بہت پرانی ہوچکی ہے مگر اس کہاوت کی سچائی اب بھی تروتازہ اور ہری بھری ہے، آپ اپنے معاشرہ میں چاروں طرف نظر دوڑا کر دیکھیں گے تو ہر طرف آپ کو اس کہاوت کی سچائی کے نمونے دکھائی دیں گے۔

سیاست وحکومت کا معاملہ ہو یا ملازمت وافسری کا، استادی وشاگردی کا معاملہ ہو یا رسمی پیری مریدی کا، امیری وغریبی کا معاملہ ہو یا مالک ومزدور کا، کم وبیش ہر جگہ اس کی مثالیں نظر آئیں گی اور تقریباً ہر دور اور ہر زمانہ میں ظلم، طاقت اور ڈنڈے کے زور پر دوسرے کو دبانے اور منوانے کے واقعات کا ظہور ہوتا رہا ہے، لیکن ہر دور میں حق وباطل کے اس معرکہ میں حق پر قائم رہنے والے ایسے افراد کا بھی وجود رہا ہے جو نہ کسی کے ڈنڈے سے ڈر کر اپنے حق مؤقف سے ہٹ سکے اور نہ ہی دوسرے کے دبانے سے حق کا دامن چھوڑ سکے، ''لِکُلِّ فِرْعَوْنَ مُوْسٰی'' ''ہر فرعون کے لئے موسیٰ'' ہونے کی مثال ہر دور میں صادق آتی رہی ہے۔

لیکن جب قدرت کا حکم ہوا تو موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی نے اس وقت کی دنیا کے ظالم وجابر حکمرانوں کی حمایتی لاٹھیوں کو نگل کر ہضم کردیا، ظالم وجابر اور ڈنڈے وطاقت کے زور پر اپنی بات منوانے والے فرعون کو مع اس کے لاؤ ولشکر کے ایسے سمندر میں غرق کردیا جس سے نجات پانا اس کی پوری جماعت کے لئے ناممکن ثابت ہوا۔

دنیا میں بڑی طاقت سمجھی جانی والی حکومتوں نے فرعونِ زمانہ کا کردار ادا کر کے دنیا میں اپنی طاقت کی لاٹھی گھمائی، جس سے جس وقت جو چاہا صرف لاٹھی اور ڈنڈے کے زور کی دلیل پر منوالیا، جس کو چاہا خطرناک دہشت گرد اور انتہا پسند کا نام دے کر ظلم وستم اور بربریت کا نشانہ بنادیا۔

صرف حکومت وطاقت کے بل بوتے پر اپنی غلط وصحیح ہر بات کو منوانے کی کوشش کرنا، اور اپنے خلاف اٹھائی جانے والی حق بات کو بھی بزورِ طاقت دبانے کی جستجو کرنا، عوام کے ایک مخصوص فتنہ پرست طبقہ کی طرف سے بندوق کی طاقت کو اندھا دھند استعمال کرنا، بندوق کی نوک پر دن دہاڑے دوسرے کو لوٹ لینا، چند ٹکوں کی خاطر دوسرے کو دہشت گردی کی بھینٹ چڑھا کر موت کی نیند سلا دینا یہ چیزیں روزمرہ کا معمول بن چکی ہیں۔

طاقت کے بل بوتے پر، زورزبردستی اور دھونس چلا کر تمام قانونی، شرعی اور اخلاقی تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی من مانی بات کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرنا ''قطع نظر اس سے کہ وہ بات صحیح ہے یا غلط'' قانونِ فطرت سے بغاوت ہے، ظلم وجبر کے ڈنڈے کو بزورِ طاقت استعمال کرتے وقت اُس لامتناہی قُدرت کے فطری اور غیر محدود قوت کے مستحکم نظام سے آنکھیں بند کر لینا ''جس کی طاقت تمام طاقتوں پر غالب ہے، جس کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں، جس کی لاٹھی بے آواز اور لامتناہی طاقت کی مالک ہے'' یہ طرزِ عمل انسان کو ایسے اندھیرے غار اور دَلدَل کی طرف لے جاتا ہے جہاں سے واپس نکلنا کسی فرعونِ زمانہ کے اختیار اور بس میں نہیں ہوتا۔

اس لئے کسی بھی ملک کے حکمران ہوں یا عوام، کسی کو بھی اپنی طاقت کی لاٹھی کو اندھا دُھند استعمال کرتے ہوئے عصائے موسیٰ اور عصائے جادوگروں کے نمونہ کو فراموش نہیں کرنا چاہئے، اور قدرتی طاقت کو سامنے رکھتے ہوئے قدم آگے بڑھانا چاہئے، جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی نے دوسری تمام لاٹھیوں کو یکلخت نگل کر جادو کے مصنوعی کھیل کا صفایا کر دیا تھا، آج بھی بحکمِ الٰہی موسیٰ کی لاٹھی کی شکل میں کوئی قُدرتی اور غیبی لاٹھی برآمد ہو کر تمام ظالموں اور جابروں کی لاٹھیوں کا صفایا کر سکتی ہے، اور ظالموں وجابروں کو ظلم وستم اور بربریت کی پاداش میں فرعون، قارون، ہامان اور شداد کی طرح ایک دائمی اور نہ ختم ہونے والے عذاب کی گہری وادی میں دھکیل سکتی ہے، اللہ تعالیٰ مال ودولت، اقتدار اور کسی بھی عہدے ومنصب کے وقت اپنے مستقبل کو سامنے رکھ کر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہندوستان کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے اس شعر سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق بخشیں۔ ؎

ظفرؔ آدمی اس کو نہ جانیے گا ۔۔۔ گو ہو کیسا ہی صاحبِ فہم وزکیٰ

عیش میں جسے یادِ خدا نہ رہی ۔۔۔ طیش میں جسے خوفِ خدا نہ رہا

Idara Ghufran

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۱۳، آیت نمبر ۱۴، ۱۵) محمد رضوان صاحب

منافقین کا طرزِ عمل

منافقین کی چوتھی بری خصلت وحرکت ''مؤمنین کا استہزاء کرنا''

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا، وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ، قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ، اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: اور یہ (منافقین) جب ملاقات کرتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں، تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، اور جب (مؤمنوں سے علیحدہ ہوکر) تنہا ہوتے ہیں اپنے شیطانوں (یعنی شریر سرداروں) کے پاس تو کہتے ہیں کہ ہم بے شک تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو (ایمان والوں سے) صرف استہزاء (ہنسی مذاق) کیا کرتے ہیں ۝ اللہ تعالیٰ ہی استہزاء کررہے ہیں ان کے ساتھ اور ڈھیل دیتے چلے جاتے ہیں ان کو کہ وہ اپنی سرکشی میں حیران وسرگرداں ہورہے ہیں ۝

﴿تشریح وتفسیر﴾ مذکورہ آیات میں منافقین کی چوتھی بری خصلت وحرکت اور اس کا جواب دیا گیا ہے، چنانچہ منافقین کے نفاق اور دورُخی پالیسی کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ یہ لوگ جب مؤمنوں سے ملتے تو کہتے تھے کہ ہم ایمان لا چکے ہیں، لہٰذا ہم اب تمہارے ساتھ ہیں، اور جب مؤمنوں سے الگ ہوکر اپنی قوم کے کھلے کافر سرغنہ لوگوں سے ملتے تو کہتے تھے کہ بلاشبہ ہم تو تمہارے ہی ساتھ ہیں اور تمہاری قوم کے فرد ہیں، اور مؤمنوں کے ساتھ تو ہم صرف استہزاء وتمسخر کرنے اور ان کو بے وقوف بنانے اور اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جان ومال کی حفاظت اور مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لئے ملتے اور ان سے یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کی اس دورُخی پالیسی اور احمقانہ گفتگو کا جواب دیا ہے، کہ یہ بے شعور اور بدفہم لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم مؤمنوں سے تمسخر واستہزاء کررہے ہیں اور ان کو بے وقوف بنارہے ہیں،

حالانکہ درحقیقت یہ لوگ خود بے وقوف اور احمق بن رہے ہیں، اور ان کے اس تمسخر واستہزاء کا وبال خود انہی کی طرف اس طرح لوٹ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حلم وکرم اور حکمت سے ان کو ڈھیل دے کر خود انہی کے استہزاء وتمسخر کا سامان کر دیا ہے، اور وہ اس طرح کہ کسی ظاہری عذاب اور پکڑ کے نہ آنے سے وہ اور غفلت میں پڑ گئے اور اپنی منافقانہ حرکات اور سرکشی میں بڑھتے چلے گئے، یہاں تک کہ ان کا جرم سنگین سے سنگین تر ہوتا چلا گیا اور بالآخر اچانک اور یکا یک اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آ گئے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ردِعمل کیونکہ ان کے مؤمنین کے ساتھ استہزاء کے جواب میں تھا اس لئے اس عمل کو استہزاء سے تعبیر کیا گیا، ورنہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کو کسی کے ساتھ استہزاء وتمسخر کرنے کی ضرورت نہیں (معارف القرآن عثمانی بتغیر)

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے منافقوں کے ساتھ جو استہزاء اور تمسخر ہوتا ہے وہ دنیاداروں کی طرح کی شرارت اور چھچھورپن والا نہیں ہوتا۔

❁......منافقین کے سرداروں کو شیاطین کہنے کی وجہ

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ شیاطین سے منافقوں کے پیشوا اور سردار مراد ہیں، کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کے مقابلہ میں طرح طرح کے فتنہ وفساد کے سرغنے بنے ہوئے تھے۔

شیطان لغت اور ڈکشنری میں ''سرکش'' اور ''حد سے گزرنے والے'' کو کہتے ہیں، خواہ وہ جنّات میں سے ہو یا انسانوں میں سے، جیسا کہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''شَیَاطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنّ'' (سورہ انعام آیت ۱۱۲)

(اگرچہ اصطلاح میں جب بغیر کسی قید کے شیطان کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے خاص شیطان مراد لیا جاتا ہے، انسان مراد نہیں لیا جاتا)

منافقین کو کیونکہ ایمان کے ساتھ دلی رغبت نہ تھی، دلی رغبت کفر ہی کے ساتھ تھی، صرف اپنی جان ومال اور دنیوی اغراض کی خاطر ایمان کا ظاہری طور پر اقرار کرتے تھے، اس لئے مؤمنوں کے سامنے سادے انداز میں ''آمَنَّا'' یعنی ''ہم ایمان لے آئے ہیں'' کہتے تھے، اور اس کے مقابلہ میں جب اپنے شیاطین اور کافروں کے اماموں کے سامنے ان کے ساتھ ہونے اور مؤمنوں کے استہزاء وتمسخر کو بیان کرتے تو خوب ذوق شوق اور زور شور اور رغبت وتاکید کے ساتھ اس کا ذکر کرتے، چنانچہ عربی قاعدے کے لحاظ سے کافروں کے ساتھ ہونے کے لئے ''اِنَّا مَعَکُمْ'' اور ''اِنَّمَا نَحْنُ الخ'' تحقیق اور تاکید کے کلمات ادا کرتے، اور مومن

کیونکہ دوسروں سے اچھا گمان رکھتے ہیں اس لئے وہ سیدھے سادے دعوے پر بھی اعتماد کر لیتے تھے، جبکہ کافروں کے عیار اور مکار ہونے کی وجہ سے تاکید والے انداز سے ان کو اعتماد دلانے کی ضرورت تھی۔

❀......اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا و آخرت میں استہزاء کا مطلب

منافقین تو مؤمنین کے ساتھ استہزاء کرنے اور ان کو بے وقوف ظاہر کرنے کے لئے دورُخی چال چلنا چاہتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کیا ایمان والوں کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کریں گے، اللہ تعالیٰ ہی ان منافقین کے ساتھ وقتاً فوقتاً تمسخر فرماتے رہتے ہیں اور ان کی سرکشی اور گمراہی میں ان کو ترقی دیتے رہتے ہیں اور وہ اس میں سرگشتہ وسرگرداں ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں ان کے ساتھ استہزاء یہ ہے کہ ان کو خوب مال و دولت دیا تاکہ خوب مغرور اور مست ہو جائیں اور پھر یکایک ان کو پکڑ لیا جائے، بعض اللہ والوں کا فرمان ہے کہ کافر جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ظاہری طور پر اس کے لئے کوئی نعمت پیدا فرما دیتے ہیں اور درحقیقت وہی چیز اس کے حق میں بلاءِ عظیم اور مصیبت ہوتی ہے۔

اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ استہزاء اس طرح فرمائیں گے کہ قیامت کے دن ان کے لئے ایک جنت کا دروازہ کھولا جائے گا، جب یہ لوگ اس دروازے تک پہنچیں گے تو وہ دروازہ فوراً بند کر دیا جائے گا اور ان کو آگ میں دھکیل دیا جائے گا، ان کی یہ حالت دیکھ کر جنتی لوگ ہنسیں گے، اللہ تعالیٰ نے اس منظر کو دوسری جگہ اس طرح بیان فرمایا ہے:

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۝ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ (سورہ مطففین پارہ نمبر ۳۰)

یعنی آج (قیامت) کے دن ایمان والے کافروں پر ہنسیں گے اور (ان کافروں کی حالت کو یہ ایمان والے جنت کے) بالاخانوں پر بیٹھے ہوئے دیکھیں گے (اخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات، کذا فی الدر المنثور)

اور ان کے ساتھ قیامت کے دن ایک استہزاء یہ ہوگا کہ ایمان والوں کے لئے پل صراط پر ایک نور اور روشنی پیدا کی جائے گی، جب اس نور کو دیکھ کر منافقین وہاں پہنچنا چاہیں گے تو مؤمنوں اور منافقوں کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی، جس کی وجہ سے منافق اس نور سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے (معارف القرآن ادریسی بتغیر) اور یہ سب کچھ اس لئے ہوگا تاکہ دُنیا میں مؤمنوں کے ساتھ حقارت کا جو معاملہ کیا اس کی ذلّت ورُسوائی کا مزہ چکھیں (انوار البیان بتغیر)

درسِ حدیث

محمد یونس صاحب

احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

نکاح کی فضیلت واہمیت اور اس کے تقاضے (قسط ۲)

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَةَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَاِنَّہٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْہِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّہٗ لَہٗ وِجَآءٌ (متفق علیہ از مشکوۃ ص ۲۶۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے جوانو! تم میں سے جو شخص نکاح (کرکے بیوی کے نان نفقہ ادا کرنے) کی طاقت رکھتا ہو اُسے چاہئے کہ وہ نکاح کرلے کیونکہ نکاح نظروں کو (گناہوں کی جگہوں پر پڑنے سے) نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو (شہوت کے تقاضے ناجائز طریقے پر پورے کرنے سے) پاک رکھنے کا بڑا سبب ہے اور جس شخص کو نکاح (کرکے بیوی کے نان نفقہ ادا کرنے) کی طاقت نہ ہو (اور شہوت کا غلبہ ہو) وہ روزے رکھے کیونکہ روزے رکھنے سے اس کی شہوت (کا زور) ٹوٹ جائے گا

(مشکوۃ ص ۲۶۷ بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث پاک سے بنیادی طور پر تین باتیں معلوم ہوئیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

......نکاح کا حکم

(۱)......حضور ﷺ نے جوانوں کو طاقت وقدرت کے ہوتے ہونے کی صورت میں نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ نکاح ان کاموں میں سے ہے جن کے کرنے کے ہم مکلّف (ذمہ دار اور پابند) ہیں، پھر جس طرح دوسرے ضروری کام شرعاً اسی وقت لازم ہوتے ہیں جبکہ انسان ان کو کرنے کی طاقت وقدرت رکھتا ہو اسی طرح نکاح کا حکم بھی طاقت وقدرت کے ہونے نہ ہونے اور خواہش کے کم زیادہ ہونے کی وجہ سے مختلف ہوجاتا ہے چنانچہ مذکورہ حدیث میں طاقت ہونے کے الفاظ سے اس طرف اشارہ ملتا ہے اس لئے اس کو سمجھنا ضروری ہے کہ کن حالات کے بدلنے سے نکاح کے حکم میں کیا تبدیلی آتی ہے

Iqra Ghufran

استطاعت کا مفہوم: استطاعت (یعنی طاقت ہونے) سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی ہونیوالی بیوی کے ہر قسم کے واجبی حقوق (یعنی جو شرعاً ضروری ہیں) ادا کرنیکی طاقت رکھتا ہو یعنی مالی اعتبار سے وہ اتنی حیثیت کا مالک ہو کہ بیوی کا مہر اور نان نفقہ وغیرہ ادا کرسکتا ہو اور جسمانی اعتبار سے بیوی کا حقِ زوجیت ادا کرنے سے عاجز و قاصر نہ ہو تو ایسا شخص شرعاً نکاح کرنیکا مکلّف (ذمہ دار و پابند) ہے پھر مالی حیثیت اور نفسانی خواہش کی کمی بیشی سے نکاح کے حکم میں جو تبدیلی آتی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی کے اوپر نفسانی خواہش کا اتنا سخت غلبہ ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں مبتلا ہونا یقینی ہو اور مال اتنا ہے کہ بیوی کا مہر اور نان نفقہ ادا کرسکتا ہے تو نکاح کرنا فرض ہے اور اگر نفسانی خواہش کا غلبہ اتنا نہیں کہ زنا میں مبتلا ہوجانیکا یقین ہو اور مال موجود ہے تو نکاح کرنا واجب ہے اگر درمیانی حالت ہے یعنی نفسانی خواہش کا نہ تو بہت غلبہ ہے اور نہ ہی بالکل معدوم (اور غیر موجود) ہے اور بیوی کے حقوق ادا کرنے پر بھی قدرت ہے تو ایسی درمیانی حالت کو شریعت کی زبان میں ''اعتدال والی حالت'' کہا جاتا ہے ایسی حالت میں نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے اور اگر بیوی پر ظلم یعنی اس کی حق تلفی کا ڈر ہے تو نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر ظلم زیادتی کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مذکورہ حدیث میں عام حالات کے اعتبار سے نکاح کا حکم دیا گیا ہے جو کہ سنت مؤکدہ درجے کا حکم ہے البتہ حدیث کے عام الفاظ سے فرض اور واجب نکاح کے درجات کا حکم بھی ضمناً ثابت ہوتا ہے۔

......نکاح کا مقصد

(۲)......دوسری بات حدیث میں یہ فرمائی گئی کہ نکاح نگاہ کو نیچا اور شرمگاہ کو پاک کردینے کا بڑا سبب ہے چونکہ نسل انسانی کی بقاء کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے مرد و عورت کے ملاپ کے نتیجے میں ولادت ہونے کا سلسلہ مقرر فرمادیا ہے اس لئے ہر مرد و عورت میں اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر ایک دوسرے کی طرف میلان کا شدید تقاضا رکھ دیا ہے پھر اس فطری تقاضے کو پورا کرنے کی ممکنہ شکلیں تو بہت ساری ہیں لیکن اسلام جو ایک فطری دین ہے اور جس دین میں تمام فطری تقاضوں کی کامل رعایت وحفاظت کے ساتھ ساتھ ان تقاضوں کو پورا کرنے کے نہایت احسن طریقے بتلائے گئے ہیں اس اسلام نے مرد و عورت کے اس جنسی تقاضے وخواہش کو پورا کرنے کی صرف دو ہی شکلیں جائز رکھی ہیں ان میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ کسی ایسی عورت سے باقاعدہ شرعی طریقے پر نکاح کرلیا جائے جس سے نکاح کرنے کو اللہ

تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی عورت شرعی باندی کی حیثیت سے کسی کی ملکیت میں آجائے اور شرعی قواعد کے مطابق اس سے خواہش کو پورا کرلیا جائے لیکن جب سے مسلمانوں نے مکمل شرعی اصولوں کے مطابق جہاد کرنا چھوڑا ہے اور غیر مسلم حکومتوں کے ساتھ ایسے معاہدے کرنا شروع کئے ہیں جن کی رو سے قیدیوں کو غلام باندیاں بنانا قانوناً ممنوع کردیا گیا ہے اس وقت سے شرعی باندیوں سے محرومی بھی حصے میں آئی ہے یہی وجہ ہے کہ ایک مدت سے شرعی باندیوں کا وجود ختم ہوچکا ہے کسی آزاد عورت کو خریدنا جیسا کہ آجکل بعض علاقوں میں اس کا رواج ہے شرعاً جائز نہیں اور نہ اس طرح کوئی عورت شرعی باندی بن سکتی ہے۔ اس لئے آجکل صرف نکاح کرکے ہی جنسی تقاضے کو جائز طریقے پر پورا کیا جاسکتا ہے۔ اس لحاظ سے نکاح کا ایک بہت بڑا اور امتیازی فائدہ یہ ہے کہ نکاح کے بعد انسان کے لئے اپنی نظر اور شرمگاہ کی حفاظت پہلے کی بنسبت آسان ہوجاتی ہے کیونکہ نگاہوں کی تسکین اور نفسانی خواہش کی تکمیل کا ایک جائز اور معزز و محترم ذریعہ انسان کو حاصل ہوجاتا ہے چنانچہ ایک حدیث شریف میں اجنبی عورت پر نگاہ پڑنے کے نتیجے میں ابھرنے والی نفسانی خواہش کا علاج یہ بتایا گیا ہے کہ انسان اپنی زوجہ سے اس تقاضے کو پورا کرلے کیونکہ اجنبی عورت کی جو چیز اسے اپنی طرف مائل کررہی ہے اسی طرح کی بلکہ اس سے بہتر حلال اور پاکیزہ چیز اس کی زوجہ کے پاس موجود ہے لیکن اجنبی عورت سے لطف اندوز ہونا حرام ہے اور اپنی بیوی سے لطف اندوز ہونا حلال بلکہ ثواب ہے نیز عفت اور پاکدامنی چونکہ ایک مسلمان بلکہ ہر انسان کے لئے قیمتی سرمایہ ہے جس کی حفاظت انسان کی اہم ذمہ داری ہے اور اس کا فطری ذریعہ نکاح ہے اس لئے قرآن وحدیث میں نکاح کی بہت زیادہ تاکید و ترغیب دی گئی ہے چنانچہ ایک حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ نکاح کرلیتا ہے تو اس کا آدھا دین مکمل ہوجاتا ہے پھر باقی آدھے دین کے بارے میں اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے (مشکوٰۃ، کتاب النکاح) غور کیا جائے تو یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ بہت سے گناہوں کا سبب جنسی میلان ہے اور جب نکاح کرلیا تو جنسی تقاضے پورے ہونے کا جائز راستہ حاصل ہوگیا لہٰذا اس سبب سے ہونے والے گناہوں سے بچنا آسان ہوگیا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اولاد کے حصول کی طرح جنسی بے راہ روی سے بچنا اور عفیف یعنی پاکدامن بننا بھی نکاح کا بہت اہم مقصد ہے۔

......شہوت کا غلبہ کم کرنے کا نکاح کے علاوہ متبادل طریقہ

(۳)......تیسری بات حدیث شریف میں یہ فرمائی گئی کہ جو شخص مالی اعتبار سے اتنا کمزور ہے کہ نکاح کے

بعد اپنی ہونے والی بیوی کے ضروری درجے کے حقوق (مہر اور نان نفقہ) بھی ادا نہیں کر سکتا لیکن اس کے باوجود اس کو نکاح کی خواہش ہے تو اس کو چاہیے کہ شہوت کا غلبہ کم کرنے کے لئے روزے کثرت سے رکھے اس لئے کہ روزے کی یہ تاثیر ہے کہ اس سے شہوت کا زور ٹوٹتا ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ نکاح کی طاقت نہ ہونے یا کسی اور وجہ (مثلاً مناسب رشتہ نہ ملنے یا نکاح میں معقول بنیاد پر تاخیر وغیرہ کی وجہ) سے بے نکاح رہنے والے افراد کے لئے بھی غلط طریقے سے خواہش پوری کرنا حلال نہیں ہے بلکہ ایسے افراد کے لئے مذکورہ حدیث میں روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے غور کیجئے! کہ روزہ ایک طرف عبادت اور ثواب کا کام ہے اور دوسری طرف اس سے شہوت کا غلبہ کم تو ہوتا ہے لیکن بالکل ختم نہیں ہوتا جس سے معلوم ہوا کہ شریعت کی طرف سے بندے سے یہ مطالبہ نہیں ہے کہ فطری تقاضے کو بالکل ختم کر دے کیونکہ یہ بشری اور انسانی تقاضے تو مختلف حکمتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا فرمائے ہوئے ہیں۔ اگر ان کو بالکل ختم کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوتا تو یہ پیدا ہی نہ کیے جاتے یا ان کو بالکل ختم کرنا اللہ کا حکم ہوتا یا اللہ تعالیٰ کو پسند ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ بعض صحابہ نے حضور ﷺ سے خصی (نامرد) ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اجازت مرحمت نہیں فرمائی اور فرمایا کہ اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں جو اپنے اختیار سے خصی (نامرد) ہوا یا اس نے کسی دوسرے (انسان) کو خصی کیا بلکہ قرآن حدیث کا مطالبہ فقط یہ ہے کہ ان فطری تقاضوں کی تکمیل کے لئے کوئی ایسا ذریعہ اختیار نہ کیا جائے جو انسان کے مقصد زندگی (عبادتِ الٰہی) سے متصادم ہو اس لئے شہوت کا زور کم کرنے کے لئے حدیث میں روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے جو ایک عبادت ہے اور جس سے شہوت کا بالکل خاتمہ نہیں ہوتا بلکہ صرف زور ٹوٹتا ہے۔ (جاری ہے............)

مقالات ومضامین محمد رضوان صاحب

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ (قسط۳)

❁ ......حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ کی خاص بات آپ کی جرأت، بلند ہمتی اور حق بات کے اظہار میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا تھا، آپ کے رُعب اور دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ جب بھی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ہندوستان کے بعض علاقوں کا سفر فرماتے تو آپ کے ممکنہ ومتوقع دورہ اور آمد والے وقت دور دراز کے مدارس میں پہلے سے صفائی، سُتھرائی اور طلبۂ کرام کو ادب وسلیقہ سکھانے کا اہتمام شروع ہوجاتا تھا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ دیوبند میں تشریف فرما ہوتے تھے تو سہارنپور اور گنگوہ وتھانہ بھون وغیرہ کے مدارس والوں کو اپنی باز پُرس اور تنبیہ کی فکر سوار ہوجاتی تھی۔

❁ ......حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں تبلیغی واصلاحی دوروں کو بھی زندگی کا ایک لازمی حصہ تصور فرمالیا تھا، چنانچہ آپ ملک اور بیرونِ ملک کے اکثر وبیشتر دورے فرماتے، ایک مدت تک ہر سال حج کے لئے تشریف لے جاتے ہوئے یا حج سے واپسی پر پاکستان تشریف لانے کا معمول رہا (پاکستان میں یہ قیام عموماً حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کے برخوردار سلمہٗ کے یہاں ہوا کرتا تھا) اور سفر کی تمام مشقتوں وصعوبتوں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے کے لئے برداشت فرماتے تھے اور جب تک جسم میں طاقت رہی، سفر در سفر کا مسلسل سلسلہ جاری رکھا اور آرام کئے بغیر سفر میں بھی وعظ ونصیحت کا سلسلہ بھی حضر (یعنی غیر سفر کی حالت) کی طرح جاری رہا۔

❁ ......حضرت شاہ مولانا ابرارُ الحق صاحب رحمہ اللہ اذان کے بارے میں بھی پائی جانے والی کوتاہیوں پر بطورِ خاص تنبیہ فرمایا کرتے تھے خاص طور پر جو تجوید کے خلاف اذان دینے میں پائی جاتی ہیں۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہٗ اسی ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''سب سے اہم کوتاہی جو نہایت کثرت سے رائج ہے اور اس کو عام طور پر کوتاہی سمجھا بھی نہیں جاتا بلکہ بجائے بُرا سمجھنے کے اچھا سمجھا جاتا ہے، یہ ہے کہ قواعد وتجوید کا لحاظ کیے بغیر محض خوش الحانی کی بُنیاد پر اذانیں دی جاتی ہیں، پورا زور حُسنِ صَوت (آواز کی خوبصورتی) اور خوش الحانی (آواز سازی) پر صرف ہوتا ہے، ان کی بَلا سے مخارج ادا ہوں یا نہ، حرکات وسکنات باقی رہیں یا نہ، اور جس جگہ دل

چاہے مَد کرلیں، ان کی نظر میں کوئی حرج نہیں، حالانکہ اذان واقامت میں ایسی کوئی اجازت نہیں، فقہ کی کتابوں میں اذان واقامت کے متعلق واضح ہدایات موجود ہیں جن کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:

اذان واقامت قواعد وتجوید کے مطابق اس طرح دینی چاہئیں کہ تمام حُروف اپنے اپنے مخارج سے اداہوں، جملہ (تمام) حرکات وسکنات، غُنّہ اور مَد وغیرہ ٹھیک اداہوں، اذان واقامت کے کلمات کے اوّل وآخر میں کوئی تبدیلی پیدانہ ہو، کوئی حرکت یا حرف یامَد زیادہ نہ ہو، ان تمام اُمور کا لحاظ کرتے ہوئے اگر آواز کو بھی خوبصورت بنالیا جائے تو کچھ مضائقہ (حرج) نہیں، بلکہ مطلوب (اچھا) ہے اور اگر مذکورہ اُمور کا اہتمام کیے بغیر محض خوش الحانی اور حُسنِ صوت کو اختیار کیا جائے جس میں حرکات وسکنات یا حُروف کی ان مخارج سے صحیح ادائیگی نہ ہو یا بے جامَد کیا جائے تو ایسا کرنا جائز نہیں، اس سے بچنا لازم ہے'' لہٰذا اس کی روشنی میں اپنی اپنی اذان واقامت کی اصلاح کرنی چاہئے اور اسی کے مطابق مشق کرنی چاہئے (مسائلِ اذان واقامت ص ۳۴، ۳۵، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور)

حضرت شاہ صاحب کا فرمانا یہ بھی تھا کہ اذان ادا کرتے وقت عموماً مؤذنین حضرات بعض کلمات مثلاً لفظِ ''اللہ'' کے لام کو ایک الف کی مقدار کے مقابلہ میں بہت زیادہ لمبا کردیتے ہیں، جو عربی قواعد واصول کے خلاف ہے (کذا فی احسن الفتاوی ج ۲ ص ۲۹۰) حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا فرمانا تھا کہ انہوں نے دنیا کے دور دراز علاقوں اور مختلف ملکوں کا دورہ کیا ہے لیکن سنت اور قواعد کے موافق اذان کے معاملہ میں بہت کمزوری پائی ہے، ممکن ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے موقف کی بعض جزئیات سے بعض اہلِ علم حضرات کو علمی اختلاف ہو، جیسا کہ دارُ العلوم کراچی کے ایک مفصّل ومدلّل فتوے میں اس کی تصریح ہے، یہ فتویٰ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب وحضرت مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم ودیگر چند اہلِ علم حضرات کا مصدقہ ہے:

''فقہائے کرام کی مندرجہ ذیل عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان میں لفظِ ''اللہ'' کے لام کو کھینچنا جائز ہے، اور حضراتِ قرّاء نے بھی اسبابِ مد میں ''مدِّ تعظیمی'' میں لفظِ ''اللہ'' کے مَد کو شمار کیا ہے، چنانچہ حضرتِ اقدس قاری فتح محمد صاحب رحمہ اللہ نے زیادہ سے زیادہ سات الف کی مقدار کے برابر کھینچنے کی گنجائش لکھی ہے، اسی طرح مدِ متصل میں بھی پانچ الف کی مقدار کے برابر کھینچ سکتے ہیں، ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لفظِ ''اللہ'' کے لام کو بھی اگر

پانچ الف کی مقدار کے برابر کھینچ لیا جائے تو دُرست ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ سات الف کے برابر کھینچنے کی بھی گنجائش ہے‘‘ (ماہنامہ البلاغ کراچی، جُمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ھ، اکتوبر ۱۹۹۸ء ص ۴۸، ۴۹)

لیکن اس بات میں شک نہیں کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا موقف اخلاص اور اپنی تحقیق کے مطابق مخصوص اصولوں پر مبنی تھا، اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے موقف کو بعض بڑے بڑے اہلِ علم و اہلِ فن حضرات کی تائید حاصل تھی۔

متعدد مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون میں دی جانے والی اذان کو بھی آداب کے خلاف قرار دیا اور موقع پر مؤذن صاحب کی اصلاح فرمائی۔

❁ ...... ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جلال آباد مدرسہ مفتاحُ العلوم میں تشریف لائے، اس وقت مسیحُ الامت حضرت مولانا محمد مسیحُ اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ حیات تھے، میں بھی ان دنوں مدرسہ مفتاح العلوم میں درسِ نظامی کا طالبِ علم تھا، ظہر کے بعد اور عصر سے پہلے کا وقت تھا اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مدرسہ کے دارُ الحدیث میں طلبہ کے بڑے مجمع سے خطاب فرمارہے تھے، خطاب کے دوران عصر کی اذان شروع ہوگئی، ان دنوں مدرسہ مفتاح العلوم کی وسیع وعریض اور خوبصورت مسجد کی اذان کی خدمت حضرت مفتی رشید احمد صاحب میواتی دامت برکاتہم کے بیٹے مولوی مسعود صاحب زید مجدہٗ انجام دیا کرتے تھے (جو غالباً آج کل ساؤتھ افریقہ میں مقیم ہیں) اور ان کی اذان کی مقبولیت اور شہرت کا چرچا تقریباً پورے قصبہ میں عام تھا، لیکن حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بغیر لومۃ لائم کے ان کی دی جانے والی اذان میں بھی بعض اصلاحی امور کی نشاندہی فرمائی اور اس موضوع پر نہایت مؤثر نصائح بیان فرمائیں۔

❁ ...... اس کے علاوہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اذان کے بارے میں اس بات پر بھی تنبیہ فرمایا کرتے تھے، کہ اذان مسجد کی داخلی حدود میں نہ دی جائے، ان کا فرمانا تھا کہ فقہ کی کتابوں میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ **”لایؤذن فی المسجد“** یعنی مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔

اور اگرچہ بہت سے اہلِ علم حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ اذان کے مسجد کی اندرونی حدود میں دیئے جانے سے منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس صورت میں آواز دور دراز تک نہ پہنچ پاتی تھی اور اذان کا جو اہم مقصد ”اعلان کرنا“ تھا، وہ حاصل نہیں ہو پاتا تھا اور آج کل چونکہ لاؤڈ اسپیکر چل گئے ہیں جن کے بڑے اسپیکر عموماً مساجد کے باہر یا اوپر چھت پر ہوتے ہیں اور لاؤڈ اسپیکر کی مشینری کی حفاظت کی غرض سے اذان دینے

کے لئے مخصوص انتظام مسجد کی اندرونی حدود میں کیا جاتا ہے، لہٰذان حالات میں مسجد کی اندرونی حدود میں کھڑے ہوکر مائک پر اذان دینے میں کوئی حرج نہیں، البتہ اگر بسہولت مسجد سے باہر اسپیکر کا انتظام ہوسکے تو بہتر ہے (والتفصیل فی احسن الفتاویٰ ج۲ص۲۹۴،۲۹۵) لیکن بہرحال حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اپنے مخصوص مزاج کی وجہ سے اصل طریقہ سے متجاوز ہونے کو گوارا نہیں فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ لاؤڈ اسپیکر اور مائیک کا انتظام مسجد کی داخلی حدود سے باہر کرنا چاہئے ،اس سلسلہ میں بھی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے موقف سے علمی درجہ کے اختلاف کا امکان ضرور موجود ہے، لیکن بایں ہمہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اخلاص ،للّٰہیت اور اجتہادی امور میں اپنے دلائل پر مضبوطی سے قائم رہنے کو جتنی بھی داد دی جائے وہ کم معلوم ہوتی ہے۔

❀ ……نماز کی اقامت کے بارے میں بھی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اصول وآداب کی رعایت کرنے کی طرف بطورِ خاص متوجہ رہتے تھے، چنانچہ آپ اذان کے ساتھ ساتھ اقامت کے بارے میں بھی بعض اہم آداب کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول فرمایا کرتے تھے،اذان واقامت کے سلسلہ میں آپ کی چند باتیں بطورِ خاص یاد رکھنے کی ہیں: (۱) ایک یہ کہ اذان واقامت کے تمام کلمات کو آخر میں ساکن پڑھا جائے (۲) دوسرے یہ کہ اذان میں ہر کلمہ کو ساکن کیا جائے اور وقف کیا جائے اور اقامت میں ’’اللہ اکبر‘‘ ’’اللہ اکبر‘‘ ’’اللہ اکبر‘‘ ’’اللہ اکبر‘‘ ان چاروں کلمات کو ایک سانس میں پڑھ کر سانس لیا جائے، اس کے بعد ہر دو دو کلمات ادا کر کے سانس لیا جائے ، یہاں تک کہ ’’اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ‘‘ ان تینوں کلمات کو ایک سانس میں ادا کیا جائے (کذا فی احسن الفتاویٰ ج۲ص۲۹۶)

حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم اپنے رسالہ ’’اذان واقامت کے چند ضروری مسائل اور کوتاہیاں‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’اذان واقامت کے کلمات کے آخر میں جزم کرنا مسنون ہے، کسی قسم کی کوئی حرکت نہ پڑھنی چاہئے ،مثلاً ’’اللہ اکبر‘‘ کی ’’راء‘‘ کو ’’حی علی الصلاۃ‘‘ کی ’’تاء‘‘ کو اور ’’حی علی الفلاح‘‘ کی ’’حاء‘‘ کو حرکت نہ دینی چاہئے ، بلکہ اذان کے ہر کلمہ پر حقیقتاً وقف کرنا چاہئے ،البتہ پہلے ’’اللہ اکبر‘‘ کی ’’راء‘‘ کو دوسرے ’’اللہ اکبر‘‘ کے ساتھ ملاتے وقت اور تیسرے ’’اللہ اکبر‘‘ کی ’’راء‘‘ کو چوتھے ’’اللہ اکبر‘‘ سے ملاتے وقت پہلے اور تیسرے ’’اللہ اکبر‘‘ کی ’’راء‘‘ پر فتحہ

(زبر) پڑھنا بھی درست ہے......اور اقامت کے کلمات کے آخر میں نیت وقف کی کرنی چاہئے اور ظاہر میں بغیر وقف کئے ملا کر پڑھنا چاہئے'' (اذان و اقامت ص ۳۶)

''اقامت میں حدر کے ساتھ جلدی جلدی پہلے ایک سانس میں چار مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہنا چاہئے اس کے بعد باقی کلمات جو دو دو ہیں ان میں سے ہر دو کلمے ایک سانس میں ادا کرنے چاہئیں اور اقامت کے کلمات کے درمیان اذان کی طرح وقفہ نہیں کرنا چاہئے، بعض حضرات ایک ہی سانس میں اقامت کے متعدد (کئی) کلمات یا آدھی سے زیادہ اقامت کہہ جاتے ہیں اس سے گریز کرنا چاہئے اور صحیح طریقہ سے اقامت کہنا چاہئے'' (اذان و اقامت ص ۳۷)

❀ ......حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا فرمانا تھا کہ انہوں نے بہت سے ائمہ حضرات کو قرائت سنت کے مطابق کرتے ہوئے پایا، لیکن نماز سنت کے مطابق پڑھاتے ہوئے نہیں پایا اور بہت سے ائمہ حضرات کو نماز سنت کے مطابق پڑھاتے ہوئے پایا، لیکن قرائت سنت کے مطابق کرتے ہوئے نہیں پایا، قراء حضرات اگر قرائت سنت کے مطابق کر لیتے ہیں تو نماز سنت کے مطابق نہیں پڑھا پاتے اور علماء حضرات اگر نماز سنت کے مطابق پڑھا دیتے ہیں تو قرائت سنت کے مطابق نہیں کر پاتے اور ایسے حضرات بہت کم ہیں جو دونوں چیزوں کو سنت کے مطابق انجام دیتے ہوں، اس لئے ائمہ حضرات کو چاہئے کہ دونوں چیزوں کو سنت کے مطابق انجام دینے کے جامع ہوں۔

❀ ......حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے وعظ و نصیحت کے بارے میں اہم ہدایت یہ تھی کہ اس کو بلاضرورت طول نہ دیا جائے، کیونکہ یہ آج کل لوگوں میں دین کی طرف سے لاپرواہی آجانے کی وجہ سے اُکتاہٹ اور دوری کا باعث ہے، ان حالات میں مختصر مختصر وقت میں لوگوں کو دین کی باتوں سے آگاہ کرنے کی کوشش کی جائے، تاکہ تھوڑی تھوڑی بات کا لوگوں کو محفوظ اور یاد رکھنا بھی آسان ہو اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو (جن میں مصروف و مشغول، جوان بوڑھے سب لوگ شامل ہیں) شرکت کا موقعہ حاصل ہو، اسی لئے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ بڑے بڑے مجمعوں میں نماز کے بعد صرف دس منٹ یا اس کے لگ بھگ وقت تک بیان فرمایا کرتے تھے اور اس سے پہلے مقررہ وقت تک بیان کا خود ہی اعلان بھی فرمادیا کرتے تھے اور بیان کے وقت جیب گھڑی ہاتھ میں پکڑ کر مقررہ وقت کی پابندی کا لحاظ بھی فرمایا کرتے تھے اور اسی غرض کے لئے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک مستقل کتاب بھی ''ایک منٹ

کا مدرسہ" کے نام سے تالیف کرائی تھی، جو بے شمار مقامات پر مساجد میں نماز کے بعد پڑھ کر سنائی جاتی رہی اور سنائی جاتی ہے جس کی بدولت عامۃُ النّاس کو تھوڑے وقت میں بہت اہم اہم چیزیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا فرمانا تھا کہ وضو میں صرف چار فرائض ہیں، اگر ایک ایک فرض بھی لوگوں کو روزانہ یاد کرایا جائے بلکہ بتلایا جائے تو صرف چار دنوں میں وضو کے مکمل فرائض سیکھے جا سکتے ہیں، اسی طرح نماز کے فرائض وواجبات کا بھی معاملہ ہے، مگر لوگ ساری زندگی وضو اور نماز کا اہتمام کرنے والے گِنے چُنے دین کے اِن اہم احکامات سے بھی نابلد و ناآشنا رہتے ہیں۔

❁ ......حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی جُہدِ مسلسل، تقویٰ، اخلاص اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ہی اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو مرجعِ خلائق بنا دیا تھا اور آپ کی ذات پر بڑے بڑے اہلِ علم حضرات کو مجتمع و متفق فرما دیا تھا اور صرف یہی نہیں بلکہ علمی حلقوں کے ساتھ ساتھ عوام میں بھی آپ کو قبولیتِ عامہ سے سرفراز فرما دیا تھا، چنانچہ ہندوستان کے مختلف اطراف میں بہت سے مدارس ومساجد ایسی تھیں جہاں تدریس، امامت، خطابت اور مؤذنی وغیرہ کی خدمات پر اس وقت تک تقرری عمل میں نہ آتی تھی جب تک کم از کم تجوید کی بنیادی اور دیگر ابتدائی امور کی اصلاح کی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے یہاں سے سند واجازت نہ مل جایا کرتی تھی، اسی لئے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے یہاں دوسرے مدارس سے درسِ نظامی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اور بڑی عمر کے افراد بھی تجوید اور اذان واقامت اور نماز کی اصلاح کے لئے رجوع فرمایا کرتے تھے۔

❁ ......حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے بارے میں بھی منکرات کی اصلاح پر زیادہ توجہ فرمایا کرتے تھے، آپ کا فرمانا تھا کہ دنیا میں روز بروز منکرات میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور امر بالمعروف کی ادائیگی کا تو اہتمام کسی درجہ میں ہو رہا ہے لیکن نہی عن المنکر کے باب میں بہت کوتاہی پائی جاتی ہے، اس لئے نہی عن المنکر کے لئے مستقل ادارے اور شعبے قائم کر کے کام کرنے کی ضرورت ہے۔
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا فرمانا تھا کہ کبھی بھی امر بالمعروف یا نہی عن المنکر سے فتنہ وفساد پیدا نہیں ہوتا اور اگر کہیں اس کے نتیجہ میں فتنہ فساد پیدا ہوتا ہوا دکھائی دے تو وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے طریقہ میں بگاڑ کی وجہ سے ہے، اس لئے اس ذمہ داری کو ادا کرتے ہوئے انداز نہایت محتاط ہونا چاہئے، اس موقع پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ نکیر تو ہو لیکن تحقیر نہیں ہونی چاہئے، جس

کا مطلب یہ تھا کہ نکیر کرتے وقت دوسرے کی تحقیر سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام ہونا چاہئے۔

❁ …… دین کا کام مختلف طریقوں سے کرنے والی تنظیموں کے بارے میں آپ کا فرمانا تھا کہ جو جو حضرات بھی مختلف طریقوں سے دین کے کسی بھی شعبہ میں کام کر رہے ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق اور معاون ہیں، فریق یا معاند نہیں اور فرماتے تھے کہ رفیق اور فریق کے حروف ایک ہی ہیں، صرف ترتیب میں فرق ہے، مگر ہم لوگ ایک دوسرے کو رفیق کے بجائے فریق اور معاون کے بجائے معاند سمجھتے ہیں۔

❁ …… ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مجلس صیانۃ المسلمین کے اجتماع کے موقع پر لاہور تشریف لائے ہوئے تھے، اس موقع پر جامعہ اشرفیہ کی مسجد ''الحسن'' میں خاص اہلِ علم حضرات کے لئے ایک مخصوص نشست رکھی گئی تھی، جس میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اہلِ علم اور دینی مدارس ومساجد میں پائی جانے والی بعض اہم قابلِ اصلاح چیزوں پر مفصل ومدلل انداز میں روشنی ڈالی اور نہایت دلسوزی اور لجاجت کے انداز میں اہلِ علم حضرات کو اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح سمجھنے اور ان کو انجام دینے کی طرف متوجہ فرمایا، اس نشست میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر مثال کے طور پر کوئی مہتمم صاحب اسّی سال تک کسی مدرسہ کی خدمت کرتے رہے اور اسّی سال بعد یکایک اپنے مدرسہ کے قریب ایک اور دینی مدرسہ قائم ہوگیا اور اس کے قائم ہونے پر مذکورہ اسّی سال تک دینی خدمات انجام دینے اور مدرسہ چلانے والے مہتمم صاحب نے اپنے دل میں اختیاری درجہ کی کُڑھن، چُبھن، جلن اور حسد کی کیفیت محسوس کی اور دوسرے کے اس عمل پر ناگواری ہوئی تو صرف اتنی بات سے معلوم ہوگیا کہ ان صاحب میں اخلاص کی کمی ہے اور ان کی اسّی سالہ خدمات میں کھوٹ شامل ہے اور اندیشہ ہے کہ اسّی سالہ خدمت بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبولیت حاصل نہ کر سکے، حالانکہ ایسے موقع پر تو مذکورہ مہتمم صاحب کو خوش ہونا چاہئے تھا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہئے تھا کہ دین کی خدمت کرنے کے لئے ایک اور رفیقِ کار اور معاون میسر آ گیا اور اپنے کاندھوں سے ذمہ داری کا بوجھ ہلکا اور تقسیم ہوگیا، اسی نشست میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے دینی مدارس میں مالیات کے معاملہ میں سخت احتیاط برتنے اور بالغ ونابالغ طلبہ کے اختلاط سے اجتناب کرنے پر بھی زور دیا، اس نشست میں بندہ نے شرکت سے بہت فائدہ محسوس کیا اور بڑوں سے سنی ہوئی کئی بھولی بسری باتوں کا تکرار ہوگیا اور کئی نئی نئی باتوں کا بھی علم حاصل ہوا، مجلس صیانۃ المسلمین کے اجتماع کے اسی دورہ کے موقع پر ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مغرب کے بعد جامعہ اشرفیہ کے

دارُالاِ فتاء کے مرکزی دروازے کے بالکل سامنے والے کمرے میں تشریف فرماتھے، سامعین وحاضرین اور مستفیدین کی بڑی تعداد بھی موجود تھی، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے وعظ ونصیحت کا سلسلہ جاری تھا، اسی دوران حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کمرہ کی چھت میں نصب شُدہ جھاڑ فانوس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک تو اس کے لگانے کا حکم ہے اور ایک جلانے کا حکم ہے اور دونوں حکم الگ الگ نوعیت رکھتے ہیں، جس پر کچھ دیر خاموشی رہی، اسی اثناء میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا کسی اور مقام سے بلاوا آ گیا، جہاں حضرت کی طرف سے پہلے سے تشریف لے جانے کا طے تھا، چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ یہ فرما کر رُخصت ہوگئے کہ اس موضوع پر بقیہ گفتگو انشاء اللہ تعالیٰ کل ہوگی، اگلے دن حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے وعدہ کے مطابق اپنی اس گفتگو کی تکمیل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جہاں تک جھاڑ فانوس لگانے کا معاملہ ہے تو اگر ریاء ودکھلاوے اور نمود ونمائش کی نیت نہ ہو بلکہ زینت کی نیت ہو تو جھاڑ فانوس کا لگانا جائز ہے اور کوئی گناہ نہیں، لیکن اس کو جلانا اور چلانا گناہ ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کافی تعداد میں بلب لگے ہوئے ہوتے ہیں، جن کی عام طور پر ضرورت نہیں ہوتی، ضرورت تو ایک بلب کی ہوتی ہے اور وہ ایک بلب جلانے سے بھی پوری ہوجاتی ہے مگر جھاڑ فانوس میں ایک ساتھ کافی تعداد میں غیر ضروری بلب روشن ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے اسراف اور فضول خرچی لازم آتی ہے، اور فضول خرچی واسراف کے گناہ اور ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

❀ ...... حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ مساجد میں سفید رنگ کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے اور دوسرے رنگوں کو پسند نہیں فرماتے تھے، آپ کا فرمانا تھا کہ احادیث میں سفید رنگ کی ترغیب آئی ہے تو ایک انسان کے جسم پر تو سفید رنگ کے کپڑوں کو افضل قرار دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ کے گھر میں اس کو افضل قرار نہ دیا جائے، یہ کیسی تعجب والی بات ہے؟

❀ ...... حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مساجد کی قبلہ والی سمت میں گیس کے ہیٹر نصب کرنے اور ٹیوب لائٹ اور بلب لگانے کو بھی پسند نہ فرماتے تھے، آپ کا کہنا تھا کہ ان چیزوں کو جلتے ہوئے ہونے کی حالت میں آگ سے مشابہت حاصل ہے اور آگ کا نمازی کے سامنے ہونا شرعاً پسند نہیں کیا گیا، کیونکہ اس میں آگ پرستوں کے عمل کے ساتھ ایک درجہ میں مشابہت پائی جاتی ہے۔

اگرچہ اس موقعہ پر بھی اہلِ علم حضرات کی طرف سے یہ توجیہ ممکن ہے کہ اس طرح کی آگ کی عبادت

آ گ پرست نہیں کرتے اور مشابہت اسی چیز میں لازم آتی ہے جس کی عبادت کی جاتی ہو، لہٰذا جلتے ہوئے بلب، ٹیوب لائٹ اور گیس یا بجلی کے ہیٹر کے سامنے ہوتے ہوئے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

لیکن بات یہاں بھی حضرت شاہ صاحب کے اخلاص، للٰہیت اور تقوے کی آ جاتی ہے کہ انہوں نے اپنے تیئں جس چیز کو حق و سچ سمجھا اس کی تبلیغ میں کوئی کوتاہی نہیں فرمائی، اسی نکتۂ نظر سے ہمیں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ان نصیحتوں کو ملاحظہ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔

❁ ......امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں شریعت کی طرف سے کچھ اصول مقرر کئے گئے ہیں، جن کی رعایت کرنا ضروری ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں فرماتے ہیں:

”بہرحال، اگر کوئی شخص فرائض اور واجبات میں کوتاہی کر رہا ہو یا کسی واضح گناہ میں مبتلا ہو تو اس کو تبلیغ کرنا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا فرض ہے، جس کی تفصیل اوپر عرض کر دی، شریعت کے بعض احکام ایسے ہیں جو فرض و واجب نہیں ہیں بلکہ مستحب ہیں، مستحب کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اس کو کرے گا تو ثواب ملے گا نہیں کرے گا تو کوئی گناہ نہیں یا شریعت کے آداب ہیں جو علماءِ کرام بتاتے ہیں، ان مستحبات اور آداب کے بارے میں حکم یہ ہے کہ لوگوں کو ان کی ترغیب تو دی جائے گی کہ اس طرح کر لو تو اچھی بات ہے، لیکن اس کے نہ کرنے پر نکیر نہیں کی جائے گی، اگر کوئی شخص اس مستحب کو انجام نہیں دے رہا ہے تو آپ کے لئے اس کو طعنہ دینے یا ملامت کرنے کا کوئی جواز نہیں کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟ ہاں! اگر کوئی تمہارا شاگرد ہے یا بیٹا ہے یا تمہارے زیرِ تربیت ہے مثلاً تمہارا مرید ہے تو بے شک اس کو کہہ دینا چاہئے کہ فلاں وقت میں تم نے فلاں مستحب عمل کو چھوڑ دیا تھا، یا فلاں ادب کا لحاظ نہیں کیا تھا، اس کو کرنا چاہئے۔ لیکن اگر ایک عام آدمی کوئی مستحب عمل چھوڑ رہا ہے تو اس صورت میں آپ کو اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں“ (اصلاحی خطبات ج ۸ ص ۴۷ و ۴۸)

بعض اعمال ایسے ہیں جو شرعی اعتبار سے مستحب بھی نہیں ہیں اور قرآن وحدیث میں ان کو مستحب قرار نہیں دیا گیا، البتہ بعض علماء نے ان کو آداب میں شمار کیا ہے، مثلاً بعض علماء نے یہ ادب بتایا ہے کہ جب کھانا کھانے کے لئے ہاتھ دھوئے جائیں تو ان کو تولیہ یا رومال وغیرہ سے پونچھا نہ جائے، اسی طرح یہ ادب بتایا کہ دسترخوان پر پہلے تم بیٹھ جاؤ، کھانا بعد میں رکھا جائے، اگر کھانا پہلے لگا دیا گیا، تم بعد

میں پہنچے تو یہ کھانے کے ادب کے خلاف ہے، قرآن و حدیث میں یہ آداب کہیں بھی موجود نہیں ہیں، لیکن علمائے کرام نے یہ کھانے کے آداب بتائے ہیں، ان کو مستحب کہنا بھی مشکل ہے۔ اب اگر ایک شخص نے ان آداب کا لحاظ نہ کیا مثلاً اس نے کھانے کے لئے ہاتھ دھوکر تولیہ سے پونچھ لئے یا دسترخوان پر کھانا پہلے لگا دیا گیا اور وہ شخص بعد میں جا کر بیٹھا تو اب اُس شخص پر اعتراض کرنا اور اس کو یہ کہنا کہ تم نے شریعت کے خلاف یا سنت کے خلاف کام کیا یہ بات درست نہیں، اس لئے کہ یہ آداب نہ تو شرعاً سنت ہیں اور نہ مستحب ہیں، اس لئے ان آداب کے ترک کرنے والے پر اعتراض اور نکیر کرنا درست نہیں'' (اصلاحی خطبات ج۸ص۴۹)

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی بعض خلافِ مستحب اور خلافِ ادب اُمور پر تنبیہ کرنے کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ یا تو اپنے مریدین و متبعین کو نصیحت کرنے کے لئے تھا یا پھر لوگوں کو ان مستحبات و آداب پر مطلع یا آگاہ کرنے کے لئے تھا، ممکن ہے بعض مواقع پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے غلبۂ حال کی وجہ سے کچھ تشدد ظاہر ہو جاتا ہو، لیکن اس کے باوجود حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اخلاص و جرأت اور بلند ہمتی کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارۂ کار نظر نہیں آتا، بہرحال جو کچھ بھی ہو، اس سلسلہ میں عام لوگوں کے لئے شرعی اصول اور ضابطہ وہی ہے جو حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے حوالہ سے گزرا (جاری ہے)

مقالات و مضامین

محمد رضوان صاحب

ماہِ شعبان اور شبِ برأت

......ماہِ شعبان کی فضیلت و برکت

ماہِ شعبان اسلامی سال کا آٹھواں مہینہ ہے، اس مہینے کے اختتام پر رمضانُ المبارک کے بابرکت مہینے کا آغاز ہوتا ہے، رمضانُ المبارک کے مہینے کے فضائل تو اپنی جگہ ایک عالی شان مقام رکھتے ہیں، لیکن شعبان کے مہینہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک خاص فضیلت وعظمت بخشی ہے، اسی لئے اس مہینے کو ''معظم'' کہا جاتا ہے، چنانچہ اس مہینے کا پورا نام ''شعبانُ المعظم'' ہے، مُعَظَّم کے معنی سب کو معلوم ہیں، یعنی عظمت والی چیز، شعبان کا معظم مہینہ ایک طرح سے رمضانُ المبارک کے بابرکت مہینہ کی تمہید (تیاری) ہے، اور ہر چیز کی تمہید اس چیز کی شان کے مطابق ہوا کرتی ہے، اس لئے رمضانُ المبارک کی تمہید بھی مبارک و معظم کہلائے جانے کی مستحق ہے۔

رجب اور شعبان کے مہینے میں حضور ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی ہے (مشکوٰۃ ص ۱۲۱، مجمع الزوائد، مسند بزار، طبرانی کبیر، بیہقی شعب الایمان)

اور برکت سے مراد عبادت واطاعت میں برکت ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کو ان اوقات میں زیادہ سے زیادہ عبادت واطاعت کی شکل میں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے کی صورت میں برکت حاصل ہو، تاکہ اس عبادت واطاعت کے برکات وثمرات کے نتیجہ میں رمضان المبارک کے آنے والے مہینے کی صحیح قدر دانی کی سعادت نصیب ہوسکے، ظاہر ہے کہ جو بندہ رجب اور شعبان کے مہینوں میں عبادت واطاعت کر کے اور گناہوں سے اپنے آپ کو بچا کر برکت کا ذخیرہ جمع نہیں کر سکے گا اسے رمضان المبارک کی سعادتیں، برکتیں ورحمتیں حاصل کرنا مشکل ہوگا، کیونکہ وہ رمضان کی تیاری نہیں کر سکا اور جس کی پہلے سے تیاری نہ ہوا ایسا شخص وقت آنے پر پریشان ہوا کرتا ہے۔

اس لئے ضرورت ہے کہ رجب وشعبان کے مہینوں میں عبادت وریاضت کر کے رمضان المبارک کی تیاری کی جائے اور اپنے آپ کو رمضان المبارک کی سعادتوں سے محروم رہنے والوں کی فہرست سے

Idara Ghufran

بچانے کی کوشش کی جائے۔

......ماہِ شعبان کی عبادت

لیکن شعبان کے مہینے کی کوئی خاص عبادت، اس کا کوئی خاص اور نرالا طریقہ شریعت کی طرف سے مقرر نہیں ہے اس لئے ہر شخص اپنی صوابدید اور سہولت کے مطابق نماز، روزے، ذکر و تلاوت اور توبہ و استغفار کی شکل میں عبادت کر کے جس طرح چاہے برکات حاصل کرسکتا ہے، لہٰذا جو لوگ شعبان کے مہینے سے متعلق عبادات کے خاص رنگ و ڈھنگ گھڑ کر لوگوں کو ان کی طرف متوجہ کرتے ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

......شعبان کی پندرہویں رات

شعبان کی پندرہویں رات کے کچھ خاص فضائل احادیث و روایات میں بیان کئے گئے ہیں مثلاً یہ کہ

- اس رات میں اللہ تعالیٰ خصوصی رحمت نازل فرماتے ہیں اور مغفرت طلب کرنے والوں پر رحم فرماتے ہیں (کمافی روایۃ البیہقی)
- اللہ تعالیٰ اس رات میں آسمانِ دنیا کی طرف اپنی شان کے مطابق نزول فرماتے ہیں (کمافی روایۃ شعب الایمان)
- اس رات میں اللہ تعالیٰ بے شمار لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں (طبرانی، مسند احمد، مجمع الزوائد، بزار، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ)
- بعض روایات میں ہے کہ اس رات میں پورے سال میں پیدا ہونے اور فوت ہونے والوں کی فہرست طے ہو جاتی ہے (بیہقی، مصنف عبدالرزاق، ابن کثیر وغیرہ)
- بعض روایات کے مطابق اس رات میں کی جانے والی دعا رد نہیں کی جاتی (بیہقی، عبدالرزاق)
- بعض روایات میں ہے کہ اس رات میں عبادت کرنے والے کے حق میں جنت کی بشارت ہے (ترغیب وترہیب وغیرہ)

لیکن ساتھ ہی مذکورہ بعض روایات میں اس رات کی فضیلت سے محروم رہنے والوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے مثلاً شرک میں مبتلا شخص، کینہ رکھنے والا، ناحق قتل کرنے والا، بدکار عورت، قطع رحمی کرنے والا، ٹخنوں سے نیچے پائجامہ وغیرہ لٹکانے والا مرد، والدین کا نافرمان، شراب خوری کا عادی۔

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح اس رات میں عبادت واطاعت کی فضیلت ہے اسی طرح اس رات

میں گناہوں کا وبال بھی زیادہ ہے۔اگر چہ مذکورہ روایات کی سند میں ضعف ہے لیکن ان روایات کے مجموعہ سے اس رات کی فضیلت کے ثبوت میں شبہ نہیں۔

شعبان کی پندرہویں رات کو شبِ برأت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کیونکہ اس رات میں بعض روایات کے مطابق بے شمار لوگوں کو جہنم سے بَری کیا جاتا ہے۔

اس لئے شعبان کے پورے مہینے میں اور خاص کر اس مہینہ کی پندرہویں رات کو گناہوں سے بچنے کے ساتھ جس قدر ہو سکے بغیر کسی قید کے جس طرح کی چاہیں عبادت کرنی چاہیئے۔

شعبان کی پندرہویں رات میں پائی جانے والی بعض خرابیاں

اس رات کی عبادت چونکہ فرض یا واجب عمل نہیں بلکہ ایک مستحب عمل ہے اس لئے اس میں غلو اور حد سے تجاوز کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے ،جیسا کہ بعض لوگ ساری رات جاگ کر فجر کی نماز قضا کر دیتے ہیں یا پھر رات کو جاگنے کی وجہ سے دن میں اپنے فرائضِ منصبی میں کوتاہی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

۞......ساری رات جاگنا ضروری نہیں

✪ اسی طرح اس رات کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے ساری رات جاگنا ضروری نہیں، بلکہ بآسانی جتنی ہو سکے عبادت کر لینی چاہیئے ،اور زیادہ نہ ہو سکے تو کم از کم عشاء اور فجر کی نماز اپنے وقت پر باجماعت پڑھ لی جائے اور بس، اس سے بھی امید ہے کہ محرومی نہ ہوگی، مگر شرط یہ ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ کر پھر کسی فضول اور گناہ کے کام میں مشغول نہ ہوا جائے (مثلاً ٹی وی،فضول گوئی وغیرہ)

۞......مساجد اور مجالس کے بجائے تنہائی میں عبادت کی جائے

✪ بعض لوگ اس رات میں مساجد کے اندر جمع ہو کر عبادت کرتے ہیں،بعض جگہ اس رات میں جلسے ہوتے ہیں اور رات بھر مسجد کا اسپیکر چلا کر نعت خوانی اور بیان کا سلسلہ جاری رہتا ہے، یہ چیزیں بھی حضور ﷺ کی سنت ،صحابہ اور سلفِ صالحین بزرگوں سے ثابت نہیں ،اس رات کی عبادت تنہائی اور خلوت چاہتی ہے،لہٰذا مساجد وغیرہ میں جمع ہونے کے بجائے ہر شخص کو اپنے مقام پر رہ کر عبادت کرنی چاہیئے۔

شور وشغب ڈال کر خواہ مخواہ دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے اس رات کی فضیلت سے محرومی کے ساتھ وبال کا بھی اندیشہ ہے، جہاں تک اس رات کے فضائل سننے سنانے کا تعلق ہے تو یہ کام کسی اور وقت میں بھی

ہوسکتا ہے۔

……یہ رات جاگنے کی نہیں، بلکہ عبادت کی ہے

✪ پھر یہ رات صرف جاگنے کی رات نہیں بلکہ عبادت کی رات ہے، بعض اوقات جاگنا عبادت نہیں ہوتا، اوراس کے برعکس بعض اوقات سونا بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے، بعض لوگوں نے اس رات میں کسی نہ کسی طرح جاگ لینے کو ضروری سمجھ لیا ہے، چاہے جاگ کر عبادت کے بجائے فضولیات اور گناہوں میں ہی کیوں نہ مبتلا ہوجائیں، چنانچہ جاگ کر فضول باتیں کرنے، اور ہوٹلوں وغیرہ میں گھوم پھر کر اور کھا پی کر رات کا بڑا حصہ گزار دینے سے اس رات کا حق ادا کرنا سمجھا جاتا ہے یہ شیطان کا فریب ہے۔

……اس رات کی کوئی خاص عبادت مقرر نہیں

✪ شریعت کی طرف سے اس رات کے لئے کوئی خاص قسم کی عبادت مقرر نہیں، بلکہ جس کو جس قسم کی عبادت عام نوافل، ذکر، تلاوت، دعاء استغفار وغیرہ کی توفیق ہوجائے وہ کافی ہے، جولوگ اس رات کے لئے خاص قسم کے نوافل اوران میں خاص سورتیں پڑھنے یا اسی طرح کسی اور ذکرودعاء وغیرہ کی تخصیص اوران کے مختلف فضائل بیان کرتے ہیں اُن کا شریعت اور حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، اس لئے ایسی منگھڑت چیزوں میں مبتلا ہوکر اپنے آپ کو گناہ گار کرنے سے بچانا چاہئے۔

……آتش بازی اور چراغاں

بعض لوگوں میں آتش بازی اور چراغاں بھی شبِ برأت کی لازمی رسم بن گئی ہے، شعبان کا مہینہ شروع ہوتے ہی آتش بازی اور پٹاخے بجنا شروع ہوجاتے ہیں، بے شمار حادثے ہر سال اس کے نتیجہ میں رونما ہوتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بے جا تکلیف پہونچتی ہے، آتش بازی تو اسلام میں ویسے ہی جائز نہیں اور پھر اس بابرکت مہینے اور بابرکت رات کی طرف کسی گناہ کی نسبت جوڑنا اور پھر اس گناہ کو عبادت سمجھنا یہ سب ایسی چیزیں ہیں کہ جو انسان کے ایمان کے لئے بہت خطرناک ہیں، اور جب ان چیزوں سے ثواب کے بجائے گناہ ہوتا ہے تو گناہگاروں کو تو اس رات کی فضیلت سے ویسے ہی محروم کردیا جاتا ہے، پھر آتش بازی کرنے والے کیسے خوش فہمی میں مبتلا رہ سکتے ہیں۔

✪ اسی طرح چراغاں کی رسم کا بھی اسلام میں کوئی ثبوت اور ثواب نہیں، یہ سراسر اسراف اور بجلی کا ضیاع

اور غیر مسلم قوموں کا طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو چراغاں کی رسم سے محفوظ فرما کر اپنے دل کو عبادت واطاعت کے نور اور حضور ﷺ کی سنت کی روشنی سے مزین فرمائیں۔

۞......اس رات میں مُردوں کی روحیں بھٹکنے کا عقیدہ

✪ بعض کم علم لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ اس رات میں مُردوں کی روحیں بھٹکتی پھرتی ہیں یا اپنے اپنے گھروں میں آتی ہیں اور گھروں کے کونوں کُھدروں میں کھڑے ہو کر اپنے لئے ثواب طلب کرتی ہیں یا یہ کہ پہلی مرتبہ شعبان کی پندرہویں تاریخ کے آنے سے پہلے پہلے مُردوں کی روحیں دنیا ہی میں چکر کاٹتی پھرتی رہتی ہیں وغیرہ وغیرہ، اس قسم کے خیالات بھی توہمات سے تعلق رکھتے ہیں، جس سے اسلام نے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ مُردہ کی روح مرتے ہی عالمِ برزخ میں اپنے مقام پر پہنچ جاتی ہے اور دنیا میں بھٹکتی نہیں پھرتی۔

۞......فوت شدہ کے گھر فاتحہ خوانی

✪ بعض لوگ اس رات میں فوت شدہ شخص کے گھر میں جاتے ہیں اور وہاں جا کر فاتحہ درود اور دعا وغیرہ پڑھتے ہیں، یہ طریقہ بھی خودساختہ اور منگھڑت ہے، جس سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔

۞......قبرستان جانا

اس رات میں قبرستان جانا بھی کوئی ضروری عمل نہیں، البتہ ایک روایت میں حضور ﷺ کا اس رات میں ایک مرتبہ قبرستان جا کر مُردوں کے لئے بخشش ومغفرت کی دعا کرنے کا ذکر ہے (ترمذی)

لیکن اوّلاً تو حضور ﷺ کا یہ مستقل اور دائمی عمل نہیں، پوری زندگی میں شعبان کی پندرہویں رات میں صرف ایک مرتبہ جانے کا ذکر ہے، اور دوسری روایات میں پورے سال کثرت سے حضور ﷺ کے جنت البقیع قبرستان جانے کا ذکر ملتا ہے، اور جنت البقیع قبرستان آپ ﷺ کی رہائش مبارک سے بہت قریب تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ جانا بھی مُردوں کی بخشش ومغفرت کی دعا کے لئے تھا، اور یہ دعا اپنے مقام پر رہ کر بھی کی جاسکتی ہے، اور اگر کوئی حضور ﷺ کے اس عمل کی اتباع کرنا چاہے تو پوری زندگی میں کبھی بھی ایک مرتبہ اس رات میں قبرستان چلا گیا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اتباع ہوجائے گی، غرضیکہ آپ ﷺ کی اتباع حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ اور ہر مرتبہ جانا ضروری نہیں **(بقیہ صفحہ ۳۱ پر ملاحظہ فرمائیں)**

بسلسلہ : تاریخی معلومات طارق محمود صاحب

ماہِ شعبان: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□...... **ماہِ شعبان ۱۰۵ھ:** میں خلیفہ یزید بن عبدالملک کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۲۷) یزید بن عبد الملک حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بعد خلیفہ بنا تھا، لیکن ان کے طریقے پر قائم نہ رہ سکا، اس کی جہالت نے اس کو آہستہ آہستہ فسق وفجور کی طرف مائل کر دیا، یہاں تک کہ اس نے شراب اور نشہ آور اشیاء کا استعمال بھی شروع کر دیا اور سب سے پہلا خلیفہ یہی تھا، جس نے علانیہ شراب استعمال کی، کہا جاتا ہے کہ اس کی خلافت سے بنوامیہ کا زوال شروع ہو گیا، ۳۸ سال کی عمر میں ''بلقاء'' مقام پر اس کی وفات ہوئی (البدایۃ ج ۹ ثم دخلت سنۃ خمس مائۃ، تاریخ اسلام از اکبر شاہ خان ج ۲ ص ۲۱۱)

□...... **ماہِ شعبان ۱۰۵ھ:** میں ہشام بن عبدالملک کی خلافت قائم ہوئی (تقویم تاریخی ص ۲۷) ہشام ۷۲ھ میں پیدا ہوا، جب یزید بن عبدالملک کا انتقال ہوا تو ہشام اس وقت ''حمص'' (شام کا مشہور شہر) میں مقیم تھا، قاصد یزید کی وفات کی خبر اور اس کا عصا اور انگوٹھی لے کر اس کے پاس آیا، اس کے بعد ہشام دمشق آیا اور لوگوں سے اپنی خلافت پر بیعت لی (البدیۃ ج ۹ خلافتِ ہشام بن عبدالملک، تاریخِ اسلام از اکبر شاہ خان ج ۲ ص ۲۱۱)

□...... **ماہِ شعبان ۱۰۷ھ:** میں اندلس کے امیر عنبسہ بن سحیم الکلبی کا انتقال ہوا، انہوں نے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اندلس کے شہر ''قرقسونہ'' پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کیا، محاصرہ کے دوران اہلِ شہر نے مسلمانوں کی مختلف شرائط مانتے ہوئے صلح کر لی اور مسلمان بالکل صحیح سلامت واپس آئے اس سفر سے واپسی کے بعد عنبسہ کا انتقال ہوا (الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۳۷۷)

□...... **ماہِ شعبان ۱۳۱ھ:** میں بصرہ میں طاعون شدت اختیار کر گیا، اس طاعون کی ابتداء جمادی الثانیہ میں ہوئی تھی اور اس میں لوگوں کی بہت بڑی تعداد ہلاک ہو گئی تھی، اور یہ طاعون شوال کے مہینے تک رہا اور اسی طاعون میں ایوب سختیانی اور علی ابنِ زید رحمہم اللہ کی بھی وفات ہوئی (تاریخِ خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۳۹۸)

□...... **ماہِ شعبان ۱۳۸ھ:** میں ابو مسلم خراسانی کا قتل ہوا (تقویم تاریخی ص ۳۵) بنوامیہ کی خلافت کے خلاف بنوعباس کی بغاوت میں اس نے اہم کردار ادا کیا، بلکہ ان کا شمار بنوعباس کے بانیوں میں ہوتا ہے، لیکن جب بنوامیہ کی خلافت ختم ہوئی اور عباسیوں کی خلافت قائم ہوئی تو کچھ عرصہ بعد ابو مسلم اور عباسی خلیفہ ابو جعفر

منصور میں اختلاف پیدا ہوگئے، جس نے بعد میں بہت شدت اختیار کر لی تھی اور ایک دن ابوجعفر منصور نے ابومسلم کو دھوکے سے اپنے محل میں بلا کر قتل کرا دیا (تاریخِ اسلام از اکبر شاہ خان ج۲ ص۲۸۰، الکامل لابن عدی ج۵ ص۱۱۰)

☐...... **ماہِ شعبان ۱۴۷ھ:** میں ہشام بن عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکامل ج۵ ص۱۷۹)

☐...... **ماہِ شعبان ۱۶۱ھ:** میں حضرت امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص۴۱) آپ بہت بڑے محدث اور فقہ کے امام شمار کئے جاتے تھے، آپ کی ذات علم وعمل کا مجموعہ تھی، تقویٰ میں آپ کو بہت بڑا مقام حاصل تھا، امام ثوری رحمہ اللہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ دنیا ان کی طرف بڑھی مگر انہوں نے دنیا سے منہ پھیر لیا، عباسی خلفاء کو شریعت کے خلاف کاموں کی وجہ سے سرِ عام ٹوکتے تھے، اسی وجہ سے عباسی خلیفہ مہدی آپ سے ناراض تھا، مہدی کی ناراضگی کی وجہ سے آپ ملکِ مصر چلے گئے اور مصر ہی میں آپ کا انتقال ہوا (سیر الصحابہ ج۸ ص۴۶۵، العبر فی خبر من غبر ج۱ ص۲۳۵، للذھبی)

☐...... **ماہِ شعبان ۱۷۵ھ:** میں لیث بن سعد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ عربی زبان کے ماہر اور قرآن مجید بہت اچھا پڑتے تھے، احادیث اور اشعار آپ کو بکثرت یاد تھے، ۹۴ھ میں پیدائش ہوئی (طبقات الحافظ ج۱ ص۱۰۲)

☐...... **ماہِ شعبان ۱۷۶ھ:** میں ابراہیم بن صالح بن عبداللہ بن عباس کی وفات ہوئی، آپ مصر کے امیر تھے (المنتظم لابن جوزی ج۹ ص۲۱)

☐...... **ماہِ شعبان ۱۸۳ھ:** میں ہشیم بن عمرو بن دینار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اصل میں بخارا کے رہنے والے تھے ۱۰۴ھ میں ولادت ہوئی، آپ کے والد حجاج بن یوسف کا کھانا پکاتے تھے، آپ سے امام مالک، امام ثوری، امام شعبہ، امام عبداللہ بن المبارک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ ایسے بڑے بڑے ائمہ روایت کرتے ہیں، بغداد میں وفات ہوئی (المنتظم لابن جوزی ج۹ ص۹۰)

☐...... **ماہِ شعبان ۱۹۵ھ:** میں ابوالخیر مرثد بن عبداللہ المزنی کی وفات ہوئی، آپ اسکندریہ کے قاضی تھے، اصلاً آپ کا تعلق اصفہان سے تھا، ۸۴ھ میں ولادت ہوئی، جمعرات کے دن انتقال ہوا اور جمعہ کے دن تدفین ہوئی (طبقات الفقہاء ج۱ ص۶۷ للشیرازی)

☐...... **ماہِ شعبان ۱۹۶ھ:** میں عباسی خلیفہ واثق باللہ پیدا ہوا، اس کے والد کے زمانہ ہی میں اس کو ولی عہد بنا دیا گیا تھا اور ربیع الاول ۲۲۵ھ میں وہ خلیفہ بنا (تاریخ الخلفاء ج۱ ص۳۴۰)

☐......**ماہِ شعبان ۱۹۷ھ**: میں ابو محمد عبد اللہ بن وہب الفہری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی آپ کی پیدائش ۱۲۵ھ میں ہوئی، علمِ حدیث میں آپ کو بڑا مقام حاصل تھا، آپ امام مالک، امام سفیان بن عیینہ اور امام سفیان ثوری، ابنِ جریج اور عمرو بن الحارث رحمہم اللہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں، ابنِ عدی رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ اور معتبر راوی ہیں (طبقات الحافظ ج ۱ ص ۱۳۳، العبر فی خبر من غبر الذہبی ج ۱ ص ۳۲۲)

☐......**ماہِ شعبان ۱۹۷ھ**: میں میں عبید بن وہب بن مسلم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی پیدائش ذی قعدہ ۱۲۵ھ میں ہوئی، سات سال کی عمر میں طلبِ علم کے لئے نکلے، مصر میں آپ کی وفات ہوئی (المنتظم لابن الجوزی ج ۱۰ ص ۴۱)

☐......**ماہِ شعبان ۱۹۸ھ**: میں عمرو بن الہیثم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی آپ سے روایت کرنے والوں میں امام احمد اور امام یحییٰ رحمہم اللہ جیسے ائمہ حدیث شامل ہیں اور آپ کو روایتِ حدیث میں ثقہ قرار دیا گیا ہے (المنتظم لابن جوزی ج ۱۰ ص ۷۰)

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۲۸ ''ماہِ شعبان اور شبِ برأت'')

۞......پندرہ شعبان کا دن

پندرہ شعبان کے دن کے حوالے سے کوئی خاص عمل شریعت سے ثابت نہیں البتہ ایک روایت میں اس دن روزہ رکھنے کا ذکر ملتا ہے (ابن ماجہ، بیہقی)

اس وجہ سے بعض حضرات نے پندرہ شعبان کے دن کا روزہ رکھنے کو مستحب فرمایا ہے، لہٰذا صرف مستحب سمجھ کر پندرہ شعبان کا روزہ رکھنے کی اجازت ہوگی، بشرطیکہ اس کو ضروری عمل نہ سمجھا جائے۔

۞......پندرہ شعبان کے دن حلوا وغیرہ

آج کل پندرہ شعبان کو بعض لوگوں میں حلوا پکانے اور کھانے کا بہت رواج ہے اور اس کے لئے کچھ روایات بھی گھڑ لی گئی ہیں، مگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس دن حلوا پکانے کا شریعت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا، اس لئے اس دن حلوا وغیرہ پکانے کو ثواب سمجھنا یا بغیر ثواب سمجھے اس رسم میں شریک ہونا گناہ ہے۔

اس دن کھانا پکا کر لوگوں کو کھلانے کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔ غریبوں کا تعاون دوسرے دنوں میں کیا جا سکتا ہے (تفصیلی دلائل اور معلومات کے لئے ملاحظہ ہو ''شعبان و شب برأت کے فضائل و احکام'' مطبوعہ ادارہ غفران راولپنڈی)

بسلسلہ : نبیوں کے سچے قصے محمد امجد حسین صاحب

حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط ۶)

(۱)......انبیاء کے معجزات: ناقۃ اللہ (اللہ کی اونٹنی) حضرت صالح علیہ السلام کے نبوت کی تصدیق اور ان کی دعوت کی حقانیت پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا نشان اور ان کے حق میں معجزہ و برہان تھی، اسی طرح دیگر انبیاء کی نبوت وصداقت کو بھی علیٰ رؤس الاشھاد واضح وثابت کرنے کے لئے اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کوحسبِ مطالبہ ومقتضائے وقت ایک سے بڑھ کر ایک معجزہ عطا فرمایا۔ گُلزارِ ابراھیم، حُسنِ یوسف، یدِ بیضاء، عصائے موسیٰ، لحنِ داؤدی، سلطنتِ سلیمان، ابنِ مریم کی مسیحائیاں اور ہمارے آقا محمدِ عربی ﷺ کے معجزاتِ عالیہ مثلِ شقُ القمر ورفع الی السماء (معراج) وغیرہ یہ تمام ربّانی نشانات اور عجائباتِ قدرت، چمنستانِ نبوت کے وہ گلہائے رنگارنگ ہیں جن سے قرنہا قرن تک ایمان وایقان کی کھیتیاں ہری بھری ہوتی رہیں اور انسانی قلوب کی بنجر زمینیں باغ وبہار کا منظر پیش کرتی رہیں۔

ع گلہائے رنگارنگ سے ہے زینت اس چمن کی

مناسب ہے کہ یہاں معجزہ کی قدرے حقیقت وماہیئت بیان ہوجائے لیکن اس سے پہلے مقامِ نبوت پر بھی ایک طائرانہ نظر ڈال لیتے ہیں۔

(۲)......مقامِ نبوت: نبی ورسول باوجود بشر کی جنس میں سے ہونے اور بنی نوع انسان کے زمرہ میں شامل ہونے کے دو جامع صفات کے حامل ہونے کی وجہ سے تمام اولادِ آدم اور اپنے ابنائے جنس سے ممتاز ہوتے ہیں اور انسانیت کے لئے ھادی ومقتدا ہونے کے مقامِ عظمیٰ ومرتبہ علیا پر فائز ہوتے ہیں، انبیاء ورُسل کی وہ دو ہمہ گیر و وسیع الجہت صفات یہ ہیں۔

﴿الف﴾ مامور من اللہ ہونا، یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے چُنے ہوئے اور تمام بنی آدم میں سے منتخب کئے ہوئے ہوتے ہیں۔

﴿ب﴾ معصوم عن الخطاء ہونا، یعنی باوجود بنی آدم میں سے ہونے کے (جن کے ساتھ اس امتحان گاہِ عالم میں نفس وشیطان وغیرہ کی صورت میں شر کی قوتیں لگی ہوئی ہیں) حضراتِ انبیاء کو اللہ تبارک وتعالیٰ بدی وبُرائی کی ہر شکل سے محفوظ ومامون بنا کر دنیا میں بھیجتے ہیں، اس ماموریت ومعصومیت کی وجہ سے ان کی

جملہ تعلیمات، ہدایات اور ان کی سیرت و کردار کا ایک ایک نقش ملاءِ اعلیٰ کا فیضان اور انسانیت کے لئے زندگی کے ہر ہر قدم پر ہدایت و نجات کا سامان ہوتا ہے۔

(۳)......معجزہ کی حقیقت: لفظِ معجزہ کا مطلب مقابلہ سے عاجز کر دینے والی اور تھکا دینے والی چیز کے ہیں، اسلامی علوم میں اصلاً معجزہ کی اصطلاح علمِ کلام والے علماء کی ہے، پھر عُرفِ عام میں اسی لفظ کو قبولیتِ عامہ حاصل ہوگئی ورنہ قرآن کی زبان میں اس مفہوم کے لئے آیات، بیّنات اور بُرہان کے وسیع المعنیٰ الفاظ استعمال ہوتے ہیں، حضراتِ محدثین کرام کے یہاں اس کے لئے دلائلِ نبوت اور علاماتِ نبوت کی اصطلاح رائج ہے اور اسی عنوان سے محدثین نے تصانیف لکھی ہیں (جیسے دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی، اعلام النبوۃ للماوردی) اور مراد معجزہ سے وہ عمل ہے جو نبی کی نبوت کی تائید و تقویت کے لئے منجانبِ اللہ سلسلہ اسباب کے بغیر وجود میں آجائے۔ یعنی اس عالَم کا عمومی نظام جو قوانینِ فطرت اور اصولِ طبعیات کے مطابق جاری و ساری ہے اور علت و معلول کی جکڑ بندیوں میں ہر چیز جکڑی ہوئی نظر آتی ہے، ہر معلول کے پسِ منظر میں بظاہر ایک علت کارفرما نظر آتی ہے جس پر اس معلول کا ترتب ہوتا ہے اور عام طور پر معلول کا اپنی علت سے تخلّف نہیں ہوتا، لیکن معجزہ میں سلسلہ اسباب و علل کے سارے درمیانی واسطے اُٹھا دیے جاتے ہیں اور ارادہ خداوندی کُن فیکونی شان کے ساتھ پورا ہوتا ہے (اس سلسلہ میں مزید تفصیل آگے آرہی ہے) نبی کی جو امتیازی خصوصیات اوپر ذکر ہوئیں ان پر بڑی دلیل اور اس کے منجانب اللہ مبعوث ہونے پر کھلی نشانی خود نبی کا سراپا وجود ہوتا ہے، نبی کی ہر ہر ادا، ایک ایک عادت و انداز معاشرت اور اس کی سیرت و کردار کا ایک ایک نقش بجائے خود ہر حسی و خارجی معجزے سے بڑا معجزہ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کے زمانے میں وہ سلیم الفطرت وراست باز انسان جن کو اس نبی کے متبعین میں ''السابقین الاولین'' اور حواریین و معاونین کا مقام بلند عطا ہوا ہے، انہوں نے کبھی معجزہ طلب نہیں کیا بلکہ وہ نبی کی سیرت و شخصیت کے گرویدہ و اسیر ہو کر اول وہلے میں نبی کی پکار پر آمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہتے رہے۔ [1]

جبکہ سرکش طاغی اور ہٹ دھرم معاندین اپنے مطلوبہ معجزات دیکھ کر بھی کفر و طغیان سے سرِ مو نہ سرکے، نمرود اپنے آتش کدہ کو خلیلُ اللہ کے لئے گُلِ گلزار ہوتے بچشمِ سر دیکھ کر اور فرعون عصائے موسیٰ کی حشر

---

[1] حضرت خدیجہ اُمّ المؤمنین جو خواتین میں اول الاسلام ہیں وہ چاند کے دو ٹکڑے ہوتے دیکھ کر نہیں بلکہ یہ جان کر ایمان لائیں کہ آپ غریبوں کے دست و بازو ہیں، قرضداروں کے سہارا ہیں، مسافروں کے ملجا و ماویٰ ہیں (بخاری، باب بدأ الوحی) یہی حال حضراتِ شیخین و ختنین وغیرہم السابقون الاولون کا ہے۔

سامانیوں اور ید بیضاء کی جلترنگ جولانیوں سے ترغیب وترہیب اور امید وبیم کا پورا سامان پا کر اور ابوجہل وابولہب انشقاقِ قمر ونطقِ حجر (چاند کا پھٹنا، پتھروں کا بول پڑنا) وغیرہ بے شمار دلائلِ نبوت ملاحظہ کر کے بھی ٹس سے مَس نہ ہوئے دراں حالیکہ اکثر معجزات ایمان قبول کرنے کے لئے شرط کے درجے میں خود ان کی طرف سے فرمائشی وآزمائشی تھے لیکن ان ائمۃ الکفر اور سرگروہِ فجار نے مان کر نہیں دیا۔

(۴)......معجزات کی راہ سے ایمان کی شاہراہ تک پہنچنے والے: مذکورہ دونوں جماعتوں مخلصین صادقین اور سرکش معاندین کے علاوہ ایک تیسرا انسانی گروہ بھی تقریباً ہر نبی کے زمانے میں نظر آتا ہے، جس کی بصیرت کسی قدر زنگ آلود اور فطرت کی سلامتی پر کچھ حجابات آئے ہوتے ہیں اور قلب وروح کے لطائف پر مادّی کثافتوں کی کچھ آلودگی چھائی ہوتی ہے اس لئے نبوت کے آفتابِ ہدایت اور ماہتابِ حقیقت کی لطیف کرنیں جو نبی کی تعلیمات اور اس کی سیرت واخلاق سے چھن چھن کر ماحول میں منعکس ہوتی ہیں، وہ ان کثافتوں سے ٹکرا ٹکرا کر واپس آجاتی ہیں لیکن جب معجزہ کی شکل میں نبوت کا آفتاب اپنی تمازت سے آنکھوں کو خیرہ اور دل ودماغ کو حیرت زدہ ومبہوت کر دیتا ہے تو ان کی ساری باطنی کثافتوں کی دھند چھٹ جاتی ہے اور روح کا مطلع صاف ہو جاتا ہے اور اُفقِ قلب پر خورشیدِ ہدایت طلوع ہو کر روح کے تاریک ترین گوشوں تک کو روشنی میں نہلا دیتا ہے جس سے یہ طبقہ کبھی ''آمَنَّا بِرَبِّ مُوسیٰ وَھَارُوْن'' (سورہ اعراف) کا نعرہ مستانہ بلند کر کے مشرف باسلام ہوتا نظر آتا ہے اور فراعنۂ وقت کے سلسلہ ہائے دار ورسن پر جھول کر عزیمت کی لازوال داستان رقم کر جاتا ہے اور کبھی ''وَمَالِيَ لَا اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنِ'' (سورہ یٰسٓ) کے پُرسوز ومسحورکُن نالے بلند کر کے ظلم وکفر کے ماحول کو کچھ دیر کے لئے ایسا سوگوار بنا دیتا ہے کہ جبّارینِ زمانہ انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ ؎

سُنائی جو میں نے ظلم کی داستانِ شبِ غم
رہا کچھ دیر سنّاٹا سا ایوانِ ستمگر میں

معجزہ میں قانونِ علت ومعلول اور سلسلہ اسباب کے معطل ہونے کو قرآن وحدیث کی زبان میں ہم یوں بھی تعبیر کر سکتے ہیں کہ دنیا کے عمومی نظام میں (جو ایک ذرّہ سے لے کر بڑے سے بڑے خلائی کرّوں اور کہکشاؤں کو حاوی وشامل ہے) اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفتِ خالقیت کے ساتھ صفتِ ربوبیت جمع ہے، چنانچہ ربوبیت کی یوں تعریف کی جاتی ہے ''اِبْلَاغُ الشَّيئِ اِلیٰ حَدِّ الْکَمَالِ بِالتَّدْرِیْجِ'' کہ چیز کو بتدریج اس کے درجہ کمال تک پہنچانا، اسی سے تربیت وپرورش کے الفاظ ہیں، اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت کا مظاہرہ

اشیاء کے عدم سے معرضِ وجود میں آنے کی صورت میں ہوتا ہے اور صفتِ ربوبیت کا تعلق شئی کے وجود میں آنے کے بعد درجہ بدرجہ اس کے درجہ کمال تک پہنچنے سے ہے کہ نباتات، حیوانات وغیرہ تمام مخلوقات کا بسیط و مفرد عناصر (ہوا، آگ، پانی، مٹی) سے بتدریج ترکیب و تشکیل پاتے پاتے درجہ تکمیل تک پہنچنا قدرت کے دستِ ربوبیت ہی کے مرہونِ منت ہے، اسی طرح اشیاء کی تخریب بھی قانونِ طبعیات کے تحت سلسلۂ اسباب کے تابع ہے، جبکہ معجزہ والی تخلیق میں صفتِ ربوبیت کے تحت تدریجی نظامِ تخلیق کے بجائے کُن فیکونی طریقہ پر آناً فاناً چیز کو وجود مل جاتا ہے اور اسی طرح تخریب بھی آناً فاناً، ظاہراً بلا اسباب ہوتی ہے اور چونکہ انسان کا تجربہ و مشاہدہ ہمیشہ سے اس ماڈی دنیا اور اس جہانِ رنگ و بو میں یہ ہے کہ اشیاء کا وجود میں آنا اور فنا ہونا سلسلہ اسباب اور علت و معلول کے لگے بندھے قانونِ فطرت کے تحت ہوتا ہے، اپنے نسل درنسل تجربہ و مشاہدہ کے برخلاف انسان جب کسی چیز کو معجزانہ انداز میں وجود پاتے یا فناء ہوتے دیکھتا ہے تو اس کا مبلغ علم جواب دیدیتا ہے، کیونکہ انسان کے پاس علم کے عام جسمانی انسانی ذرائع حواس اور عقل ہیں ، عقل اپنے ادراکات میں حواس ظاہری و باطنی (یعنی قوتِ متصرفہ، واہمہ، خیال وغیرہ) کی محتاج ہے اور حواس کی کارفرمائیاں عالمِ شہادات و محسوسات کے تنگنائے تک محدود ہیں، انہی حواس اور عقل کے برتتے پر بار بار کے تجربے و مشاہدے کے بعد انسان کچھ قانون تشکیل دیتا ہے اور انہی کو اصولِ طبعیات اور قوانینِ فطرت کا نام دیتا ہے اور پھر وہ غائب کو حاضر پر قیاس کرتے ہوئے یہ سمجھتا ہے کہ جس چیز کا ادراک حواس وغیرہ کے راستے سے ہماری عقل نہ کرسکے وہ چیز قابلِ تسلیم ہی نہیں، اس طرح وہ بہت سے غیبی حقائق کے متعلق بھی اٹکل پچو خیالات کے گھوڑے دوڑانے لگتا ہے اور قیاس آرائیاں کر کے مضحکہ خیز مفروضے گھڑتا ہے، ہر زمانے کے عقلاء و فلاسفہ اپنے ان موہوم مفروضوں اور بے سروپا خیالات کو تحقیق و جستجو کی معراج قرار دیتے رہے ہیں اور سمجھتے رہے ہیں کہ ہم نے فطرت و قدرت کے سربستہ رازوں کو فاش کردیا ہے، لیکن تاریخ گواہ ہے کہ سقراط و ارسطو سے لے کر ڈارون تک ہر زمانے کے فلسفیانہ دماغوں کے یہ اٹکل پچو مفروضے جو عالم غیب کے متعلق رائے زنی پر مبنی تھے ہر بعد کے دور میں آؤٹ آف ایج (out off aige) ہوکر مسترد ہوتے رہے اور جگ ہنسائی کا باعث بنتے رہے اور انسان کا دماغی قافلہ آگے کے سفر میں ان سابقہ نظریات کو قدموں کی دھول بنا کر اُڑاتا رہا اور آگے بڑھتا رہا۔

فلسفی کو بحث میں خدا ملتا نہیں ڈور تو سُلجھا رہا ہے سرا ملتا نہیں

غالباً عقل و دانش کے نام پر انسان کی سب سے قدیم گمراہی یہی ہے کہ وہ غائب کو حاضر پر اور عالمِ غیب کو عالمِ شہادت پر قیاس کرتے ہوئے قوانین بناتا رہا، مفروضے گھڑتا رہا اور حکم لگاتا رہا۔
ایک فاضل محقق [۱] کے بقول عالمِ شہادات کے ورے حقائق اور غیبی اُمور پر عقل کی راہ سے حکم لگانا اور فیصلے کرنا ایسا ہے جیسے سونا تولنے والی ہلکی پھلکی چھوٹی سی ترازو میں کسی پہاڑ کو رکھ کر تولنے کا خیال پکایا جائے، ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے، اسی طرح عقل کی راہ سے غیبی اُمور کے متعلق جو کچھ رائے زنی کرتے ہیں وہ وہم وخیال کے علاوہ کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ ''اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا'' غیبی اُمور کی نقاب کشائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے وحی اور نبوت کا دروازہ کھولا ہے، وحی کی پرواز ہی وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں عالمِ شہادات کی آخری سرحد ہے جس سے آگے عقل کی لنگ پائی کام نہیں دیتی اس لئے انسان کی سعادت وہدایت اسی میں ہے کہ وہ عقل کو اس دنیا کے سُدھار اور عالمِ شہادات کے بناؤ سنگھار اور عواقب اُمور پر غور کے لئے کام میں لائے اور عالمِ غیب کے سفر میں وحی کی انگلی پکڑ کر عقل عالمِ ملکوت کی سیر کرے۔ اس تناظر میں اگر غور کیا جائے تو نبوت کی نطق رسالت یا قرآن کی ایک ایک آیت کائنات کا جو سربستہ راز فاش کرتی ہے جو مؤمن کے ایمان کا حصہ بنتا چلا جاتا ہے، اس کے آگے ارسطو وافلاطون سے لے کر ہیوم، مِل اور ہکسلے تک مشرق ومغرب کے نسل درنسل کے فلاسفہ کی عمر بھر کی دماغ سوزیاں اور موشگافیاں پرِ کاہ بھی اہمیت، وقعت اور قدر وقیمت نہیں رکھتیں، وہ سب کچھ کہہ کے بھی حقیقت کی کچھ بھی ترجمانی نہ کر سکے، بلکہ انسان کی گمراہی کی طول طولانی تاریخ میں اضافہ کرتے رہے، قرآن نے دو بول کہے لیکن حقیقت کے آخری گوشے تک کو روشنی میں نہلا دیا کہ اکیسویں صدی کا سائنس دان آج جدید ترین آلات کی مدد سے سینکڑوں سال کی لغزشوں اور تجربات کے بعد سنبھل کر جس راز کی تہہ تک پہنچ کر دنیا کو کسی نئی تحقیق کا مژدہ سناتا ہے، تو وہ بات مدینہ کی جھونپڑی نما مسجد میں فرشِ خاک پر بیٹھنے والے معصوم اُمّی نبی نے چودہ سو سال پہلے بالکل سادہ سوسائٹی میں ڈنکے کی چوٹ پر کہہ کر مسلمان کے ایمان کا حصہ بنادی تھی۔

فلسفیوں سے جو کُھل نہ سکا نکتہ وروں سے جو حل نہ ہوا — وہ راز ایک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

خیر کہنے کی بات یہ تھی کہ معجزہ میں صفتِ ربوبیت کو ترک کر کے براہِ راست صفتِ خالقیت کا ظہور ہوتا ہے جو عادت وتجربہ کے برخلاف ہونے کی وجہ سے تعجب کا باعث بنتا ہے اور عقلاء کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیتا ہے اور ہٹ دھرموں پر اتمامِ حجت کر دیتا ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیں۔ (جاری ہے......)

---

[۱] یعنی مولانا عبدالباری ندوی ملاحظہ ہو: الدین القیم، لمولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ۔

بسلسلہ: صحابہ کے سچّے قصے

طارق محمود صاحب

صحابیٔ رسول حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ (دوسری و آخری قسط)

✪......غزوات میں شرکت

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اس بات کا عزم کیا تھا کہ وہ جاہلیت میں لڑی گئی لڑائیوں سے دوگنا جہاد کریں گے، لیکن فتح مکہ کے بعد حضور ﷺ کی زندگی میں جہاد کے مواقع بہت کم پیش آئے اس لئے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو اس عزم کے پورا کرنے کا موقع نہیں مل سکا، لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب ارتداد کا فتنہ پھیلا تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو اپنی تمنا پوری کرنے کا موقع مل گیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو قبیلہ "ازد" کی سرکوبی کے لئے عمان بھیجا، انہوں نے اس کے سردار لقیط بن مالک کو قتل کر کے "بنی ازد" کو دوبارہ اسلام پر قائم کیا اور بہت سے قیدی گرفتار کر کے مدینہ لائے۔

قبیلۂ ازد کا فتنہ ختم ہونے کے بعد عمان کے دوسرے قبائل میں ارتداد کی وبا پھیلی، اور "شحر" کے مقام پر سب جمع ہوگئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو دوبارہ بھیجا، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ان سب کو شکست دی، یہاں سے فراغت کے بعد "بنی مہرہ" کی طرف بڑھے (جو کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے منکر تھے) لیکن بغیر جنگ کے ہی انہوں نے زکوٰۃ ادا کرنے کو قبول کرلیا۔

یمن کے مرتدوں کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زیاد بن لبید کو مامور کیا، انہوں نے اکثر قبائل کی سرکوبی کر کے انہیں درست کردیا، لیکن ایک مرتد اشعث بن قیس نے زیاد پر حملہ کر کے تمام قیدی اور نقد وجنس وغیرہ ان سے چھین لئے، زیاد نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لکھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کے ساتھ مل کر اشعث کے سینکڑوں فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اشعث نے مجبور ہوکر اپنے قبیلہ والوں کے لئے امان طلب کی، لیکن امان نامہ میں اپنا نام لکھنا بھول گئے، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے تحریر پڑھی تو اس میں اشعث کا نام نہ تھا، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اس کو پکڑ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے (جو اس وقت خلیفۃ الرسول تھے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر احسان کرتے

ہوئے اس کو چھوڑ دیا۔

فتنۂ ارتداد میں اپنی بہادری کے جوہر دکھانے کے بعد شام پر فوج کشی میں بھی شریک ہوئے، اور آخری عمر تک نہایت جانفروشی سے لڑتے رہے۔

فحل کے معرکہ میں بہادری اور شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ لوگ حیران رہ گئے، ایک مرتبہ تو لڑتے مارتے دشمن کی صفوں میں اندر تک پہنچ گئے، یہاں تک سینہ اور سر زخموں سے بھر گئے، لوگوں نے کہا ''عکرمہ اس طرح اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، ذرا نرمی سے کام لو' حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''لات وعزی کے لئے تو جان پر کھیلا کرتا تھا، آج اللہ اور اس کے رسول کے لئے جان بچاؤں؟ اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا''

شام کے تمام معرکوں میں ''یرموک'' کا معرکہ نہایت اہم شمار ہوتا ہے، اس میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک دستہ کا افسر مقرر کیا تھا، جنگ کے دوران ایک مرتبہ رومیوں کا اتنا زبردست ریلا آیا کہ مسلمانوں کے قدم ڈگمگا گئے، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کتنی لڑائیاں لڑ چکے ہیں اور آج ہم تمہارے مقابلے میں بھاگ نکلیں گے؟'' اور آواز دی کہ ''کون موت پر بیعت کرتا ہے'' اس آواز پر چار سو مسلمان ان کے ساتھ جان دینے پر آمادہ ہوگئے، ان کو لے کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمہ کے سامنے اس جوانمردی سے لڑے کہ چار سو میں سے اکثر نے جامِ شہادت نوش کیا، جو بچے وہ بھی زخموں سے بالکل چور تھے، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے دولڑکے بھی شدید زخمی تھے، لڑکوں کی حالت زیادہ نازک تھی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ انہیں دیکھنے کے لئے آئے، اور ان کے سروں کو زانو پر رکھ کر سہلاتے جاتے تھے، اور حلق میں پانی ٹپکاتے جاتے۔

✪ ......شہادت

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی جائے شہادت میں بڑا اختلاف ملتا ہے، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فحل میں جامِ شہادت نوش کیا، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ یرموک میں، اور کچھ راوی جائے شہادت اجنادین اور کچھ مرج اصفر بتاتے ہیں، لیکن ۱۳ھ میں یرموک کے معرکہ میں شہادت زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے۔

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

منظور احمد صاحب (فیصل آباد)

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ

آدابِ تجارت (قسط ۶)

(۱۰)......خرید وفروخت میں نرمی اختیار کرنا

تجارت کے آداب میں سے ایک اہم ادب یہ ہے کہ خرید وفروخت کے وقت ایک دوسرے کے ساتھ نرمی کا رویہ اختیار کیا جائے اس میں جہاں حُسنِ سلوک کا ثواب ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ تجارت میں برکت، اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی محبت ومغفرت کا باعث بھی ہے اور یہ عادت اللہ تبارک وتعالیٰ کو اتنی پسند ہے کہ ایسے شخص پر جہنم کو حرام اور جنت کو واجب کر دیا جاتا ہے اور اس شخص کا مرتبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک سب سے افضل اور بہتر ہے، حضور ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے:

''اَلْبَرَکَۃُ فِی الْمُسَامَحَۃِ'' (کنز العمال حدیث نمبر ۹۴۳۵)

''برکت درگزر کرنے اور نرمی برتنے میں ہے''

❀......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرماتے ہیں جو بیچتے وقت، خریدتے وقت اور اپنا حق وصول کرتے وقت نرمی اختیار کرے'' (بخاری حدیث نمبر ۲۰۷۶)

❀......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے محبت فرماتے ہیں جو بیچتے، خریدتے اور اپنا حق وصول کرتے وقت نرمی کا برتاؤ کرے'' (ترغیب حدیث نمبر ۲۵۵۷ بحوالہ ترمذی)

❀......حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''(معاملات میں) نرمی کو اختیار کرو، تمہارے ساتھ نرمی کی جائے گی'' (ترغیب حدیث نمبر ۲۵۵۸ بحوالہ احمد)

❀......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ مؤمنین میں سب سے افضل وہ شخص ہے جو خرید وفروخت، دوسرے کا حق ادا کرنے اور اپنا حق وصول کرنے میں نرمی اختیار کرے (ترغیب حدیث نمبر ۲۵۵۹ بحوالہ طبرانی)

❀......حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''کیا میں تمہیں ایسا

شخص نہ بتاؤں جس پر جہنم کی آگ حرام ہے اور جہنم کی آگ اس پر حرام ہے؟ وہ ہر ایسا شخص ہے جو لوگوں کے قریب رہے، نرم دل ہو اور نرمی برتنے والا ہو (ترغیب حدیث نمبر ۲۵۵۵ بحوالہ ترمذی)

❀ ......حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گزشتہ امتوں میں سے ایک شخص کا واقعہ ذکر فرمایا کہ جب اس کے پاس موت کا فرشتہ آیا اور اس کی روح قبض کر لی تو اس سے پوچھا گیا ''کیا تو نے کوئی نیک کام کیا ہے؟'' اس نے کہا مجھے یاد نہیں، اس سے پھر کہا گیا کہ اچھی طرح سوچ لو اس نے کہا اے میرے رب! اور تو کچھ یاد نہیں آ رہا البتہ اتنا معلوم ہے کہ آپ نے مجھے مال دیا تھا اور میں لوگوں سے خرید وفروخت کے معاملات کرتا تھا، چنانچہ معاملات کرتے وقت میری یہ عادت تھی کہ اپنا حق وصول کرتے وقت صاحبِ استطاعت لوگوں کو مہلت دیتا تھا اور تنگ دست و نادار لوگوں کو معاف کر دیتا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس بات کا تم سے زیادہ حقدار ہوں لہٰذا فرشتو! میرے اس بندے سے درگزر کر دو، چنانچہ اسے معاف کر کے جنت میں داخل کر دیا گیا (ترغیب حدیث نمبر ۲۵۶۱ بحوالہ مسلم)

❀ ......حضرت عبداللہ بن قیس اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے قبیلہ بن غفار کے ایک شخص سے کوئی چیز خریدی تو اس سے فرمایا جان لو جو چیز میں نے تم سے لی ہے وہ اس سے بہتر ہے جو میں تمہیں (بطورِ قیمت) دے رہا ہوں اور جو کچھ تم مجھے دے رہے ہو وہ اس سے بہتر ہے جو مجھ سے لے رہے ہو اس لئے تمہاری مرضی ہے یہ مجھ سے لے لو یا چھوڑ دو، تو وہ کہنے لگا میں نے آپ سے (یہ قیمت خوشی سے) لی یا رسول اللہ (کنز العمال حدیث نمبر ۹۹۵۸)

❀ ......امام زہری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ ایک دیہاتی کے پاس سے گذرے جو کوئی چیز بیچ رہا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا ''پہلی مرتبہ جب کوئی گاہک ریٹ لگائے اس پر بیچ دیا کرو (زیادہ بھاؤ تاؤ مت کیا کرو) اس لئے کہ نفع نرمی کے ساتھ معاملہ کرنے میں ہے (کنز العمال حدیث نمبر ۹۹۵۹)

❀ ......حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی الحسین سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے ایک باغ خریدنے کے لئے سودا کیا چنانچہ اس باغ کی قیمت پر گفتگو ہوئی اور ایک مقدار پر اتفاق ہو گیا اس کے بعد آپ اس سے معاہدہ پکا کرنے کے لئے ہاتھ ملانے لگے، کیونکہ اس زمانہ میں معاہدے کی پختگی کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا جاتا تھا، تو وہ شخص کہنے لگا جب تک آپ مزید

دس ہزار نہیں دیں گے میں باغ نہیں بیچوں گا، یہ سن کر حضرت عثمان حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت میں داخل فرمائیں گے جو بیچتے، خریدتے دوسرے کا حق ادا کرتے ہوئے اور اپنا حق وصول کرتے ہوئے نرمی اختیار کرے، پھر اس شخص سے فرمایا یہ لو دس ہزار تاکہ مجھے یہ فضیلت اور خوشخبری حاصل ہو جائے جو میں نے نبی کریم ﷺ سے سنی (کنزالعمال حدیث نمبر ۹۹۵۵)

✻......خرید و فروخت میں نرمی کا مطلب

بیچتے وقت نرمی کا مطلب یہ ہے کہ خریدار چیز کو بدلنا چاہے، اس سے بہتر لینا چاہے یا خریدتے وقت چھانٹی کرنا چاہے یا جو ریٹ لگایا گیا ہے وہ ادا کرنے کی اس کی حیثیت نہ ہو تو اپنا نقصان کئے بغیر منافع میں کچھ کمی کر دی جائے اگر نقد قیمت نہیں دے سکتا تو اسے چیز ادھار دے دی جائے۔

اور خریدتے وقت نرمی کا معنیٰ یہ ہے کہ قیمت کم کرانے پر بہت زیادہ حجت بازی سے کام نہ لے اور بیچنے والے کو کم کرنے پر مجبور نہ کرے، اگر کمی کرانی ہو تو ایک دو مرتبہ کہہ دے اگر وہ کمی کر دے تو ٹھیک ورنہ استطاعت ہو تو لے لے، اس پر مسلط رہنا اور زبردستی کرنا صحیح نہیں بلکہ زبردستی قیمت میں کمی کرا کر کوئی چیز خریدنا جائز نہیں۔

✻......نرمی کی چند صورتیں

امام غزالی رحمہ اللہ نے لین دین اور معاملات میں نرمی کرنے کی چند صورتیں ذکر فرمائی ہیں۔

ایک یہ کہ خریدار اگرچہ اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے زیادہ نفع دینے پر راضی ہو مگر اس کے باوجود زیادہ نفع پر چیز نہ بیچی جائے، حضرت سری سقطی قدس سرہٗ کی دوکان تھی وہ پانچ روپے فی صد کے سے زیادہ نفع جائز نہیں سمجھتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے ساٹھ دینار کے بادام خریدے پھر باداموں کی قیمت بڑھ گئی ایک دلال نے ان سے بادام مانگے، تو انہوں نے فرمایا لے جاؤ مگر تریسٹھ دینار میں انہیں بیچنا، دلال نے کہا بازار میں ان کی قیمت نوے دینار ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں دل میں یہ عہد کر چکا ہوں کہ سو روپے پر پانچ سے زیادہ نفع نہیں لوں گا اور میں اس عہد کو توڑنا جائز نہیں سمجھتا، دلال نے کہا کہ میں آپ کا مال اس کی قیمت سے کم پر بیچنا جائز نہیں سمجھتا، چنانچہ آپ زیادہ قیمت پر راضی نہ ہوئے اور نہ دلال بادام بیچنے پر راضی ہوا۔

محمد بن المنکدرؒ ایک بزرگ ہیں یہ دوکاندار تھے ان کے پاس کپڑے کے کئی تھان تھے کسی کی قیمت دس دینار تھی اور کسی کی پانچ دینار، ان کی عدم موجودگی میں ان کے ایک شاگرد نے پانچ دینار والا تھان دس دینار میں ایک دیہاتی کو بیچ دیا، جب ان کو پتہ چلا تو پورا دن اس دیہاتی کو ڈھونڈتے رہے جب وہ مل گیا تو اس سے کہا کہ وہ تھان پانچ دینار سے زیادہ کا نہیں تھا، اس نے کہا میں نے اپنی خوشی سے لیا ہے انہوں نے فرمایا کہ جس بات کو میں اپنے لئے پسند نہیں کرتا اسے کسی دوسرے مسلمان کے لئے بھی پسند نہیں کرتا، لہٰذا یا تو بیع کو فسخ کردو یا پانچ دینار واپس لے لو یا میرے ساتھ چل کر دس دینار والا تھان لے لو، چنانچہ دیہاتی نے پانچ دینار واپس لے لئے پھر اس نے کسی شخص سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ تھے تو اس نے بتایا کہ محمد بن المنکدرؒ، دیہاتی کہنے لگا، سبحان اللہ یہ وہ مرد ہیں کہ جب بارش نہیں برستی اور ہم میدان میں بارش طلب کرنے کے لئے جاتے ہیں اوران کا نام لے کر دعا کرتے ہیں تو بارش ہونے لگتی ہے۔

اس کے بعد امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سلف (پہلے بزرگوں) کی یہ عادت تھی کہ وہ نفع کم لیتے تھے اور چیزوں کی سیل زیادہ کیا کرتے تھے اور اسے وہ زیادہ نفع لینے کی بنسبت بہت باعثِ برکت سمجھتے تھے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کے بازار میں گشت کرتے تھے اور فرماتے تھے: اے لوگو! کم نفع کو مت ٹھکراؤ ورنہ زیادہ نفع سے محروم رہ جاؤ گے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (جو بڑے مالدار صحابہ میں سے تھے) سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کی مالداری کی وجہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا میں نے کبھی تھوڑے نفع کو نہیں ٹھکرایا، جس نے مجھ سے ایک جانور بھی مانگا میں نے انکار نہ کیا بلکہ بیچ دیا، ایک دن ہزار اونٹ اصلی قیمت پر بیچ دیئے اوران کی ہزار رسیوں کے علاوہ کچھ نفع نہیں لیا تو ایک رسی ایک درہم میں بکی اور ایک ہزار درہم کا نفع ہوا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ غریبوں اور محتاجوں سے مال مہنگا خریدے تاکہ وہ خوش ہوں کیونکہ تجاہلِ عارفانہ اور جان بوجھ کر قیمت بڑھانا صدقہ سے بہتر ہے، جو شخص ایسا کرے گا وہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کا مستحق قرار پائے گا جس میں آپ نے فرمایا:

"رَحِمَهُ اللهُ امْرَأً سَهَّلَ الْبَيْعَ سَهَّلَ الشِّرَاءَ"

اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو فروخت کرتے وقت اور خریدتے وقت نرمی اختیار کرے"

امام غزالی رحمہ اللہ کی رائے میں امیر لوگوں سے مال سستا خریدنا بہتر ہے چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین

رضی اللہ عنہ کی یہی عادت تھی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ خریدار سے قیمت لینے میں احسان ونرمی کا برتاؤ کرنا، یہ تین طرح ہوسکتا ہے ایک یہ کہ قیمت کچھ کم کی جائے، دوسرے یہ کہ پھٹے پرانے نوٹ اور ٹوٹے، گھسے ہوئے اور کھوٹے پیسے لے لئے جائیں، تیسرے یہ کہ اگر وہ قیمت ادا نہیں کرسکتا تو اسے مہلت دے دی جائے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی چیز اگرچہ تھوڑی مقدار میں ہو محتاج لوگوں کے ہاتھ اس نیت سے ادھار فروخت کی جائے کہ جب تک اس کو ادا کرنے کی قدرت نہ ہوگی ان سے قیمت نہ مانگوں گا اور اگر وہ محتاجی کی حالت میں مرگئے تو معاف کردوں گا۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ جسے کوئی چیز بیچی جائے اگر وہ خرید کر پریشان ہو اور چیز واپس کر کے معاملہ فسخ اور ختم کرنا چاہے تو بخوشی چیز واپس کر کے اس کی ادا کردہ قیمت واپس کردے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جو شخص کسی بیع کو فسخ کردے اور یہ سمجھے کہ میں نے بیع کی ہی نہیں تھی تو حق تعالیٰ اس کے گناہوں کو ایسا معاف فرمادیتا ہے کہ گویا اس نے کئے ہی نہ تھے (کیمیائے سعادت)

چیز کو واپس لے قیمت واپس کرنے کے بڑے فضائل ہیں جو احادیث میں آئے ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی نادم شخص کی بیع فسخ کر کے اس کی خرید کی ہوئی چیز واپس کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہوں کو ختم فرمادیں گے (ترغیب حدیث نمبر ۲۵۷۰ بحوالہ ابوداؤد)

نرمی کی ایک صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی چیز کے خریدنے پر مجبور ہو اور اسے وہ چیز اور کہیں نہ مل رہی ہو تو اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر زیادہ قیمت پر نہ بیچی جائے بلکہ عام عادت اور رواج کے مطابق یا اس سے زائد بھی ہو تو مناسب نفع لیا جائے، اور اگر کوئی شخص کسی ضرورت کی وجہ سے اپنی کوئی چیز بیچنے پر مجبور ہو جائے تو اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے چیز بہت زیادہ کم قیمت پر نہ خریدی جائے بلکہ مناسب قیمت پر خریدی جائے، خریدار کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اسے بہت زیادہ نفع کے ساتھ کوئی چیز بیچنا اور فروخت کرنے والے کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اس سے انتہائی کم قیمت پر چیز لے لینا بڑے گناہ اور بے برکتی کی بات ہے، حضور اقدس ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا: وہ لوگ مخلوق میں سے شریر اور برے لوگوں کے سردار ہیں جو مجبور شخص کو دیکھ کر اس سے بیع وشراء کا معاملہ کرتے ہیں، خبردار! مجبور شخص سے بیع وشراء کا معاملہ کرنا حرام ہے (کنزالعمال حدیث نمبر ۹۵۲۲)

*......آج کے تجارتی معاشرے کی حالت

آج ہم اپنے معاشرے پر جب نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ہر شخص خودغرضی میں مبتلا نظر آتا ہے، ایک دوکاندار اور تاجر اسی وقت تک خوش اخلاقی اور نرمی کا برتاؤ کرے گا جب اس کا مفاد ہے، جہاں اس کی فاد پر زد پڑنے لگے اس کی خوش اخلاقی، بداخلاقی اور نرمی سختی میں بدل جاتی ہے، چھوٹی چیز خریدنے والے کے ساتھ وہ معاملہ نہیں ہوتا جو ایک بڑی اور قیمتی چیز خریدنے والے کے ساتھ ہوتا ہے، گاہک کو چھانٹی کے لئے ہاتھ نہیں لگانے دیتے، ایک قیمت پر اَڑ جاتے ہیں، اس میں ذرہ برابر کمی نہیں کی جاتی جیسے اسی قیمت پر بیچنے کی قسم کھالی ہو، اگر قیمت کم بھی کرنی ہو تو پہلے ڈبل یا اس سے زیادہ قیمت بتائی جاتی ہے، چیز تبدیل کرنے پر ناگواری کا اظہار کیا جاتا ہے اور واپسی تو بڑی مشکل سے ہوتی ہے اس پر لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، پرانے نوٹ اگر چل سکتے ہوں تو قبول نہیں کئے جاتے کھلے پیسے ہونے کے باوجود گاہک کو کُھلوا کرلانے پر مجبور کیا جاتا ہے، گاہک کو مہلت دینے یا معاف کرنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، خریدار کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر خوب نفع کمانے کی کوشش کی جاتی ہے، تھوک والے پرچون بیچنے پر محض اس وجہ سے راضی نہیں ہوتے کہ اس میں نفع کم ہوتا ہے، دوسری طرف خریدار ہمیشہ اپنے مفاد کو ترجیح دیتا ہے وہ بحث وتکرار کے ذریعے ہر صورت میں بیچنے والے کو قیمت کم کرنے پر مجبور کرتا ہے، اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ گھٹیا اور کم قیمت میں اعلیٰ اور زیادہ مال مل جائے، غریب محتاج اور مجبور شخص کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر کم قیمت پر مال خریدتا ہے، استطاعت کے باوجود مہلت مانگنے کی کوشش کرتا ہے اور جب مہلت مل جائے تو وقت پر ادائیگی کرنے کے بجائے بیچنے والے کو تنگ کرتا ہے، کچھ عرصہ استعمال کر لینے کے باوجود وہ کسی حیلے بہانے سے چیز واپس، تبدیل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اگر چیز کی کچھ زیادہ قیمت لے لی جائے تو پورے بازار میں اس کی تشہیر اور بیچنے والے کو رسوا کیا جاتا ہے، چیز کی گارنٹی اور سروس کی دی جانے والی سہولت سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے...... یہ وہ خامیاں ہیں جن کی وجہ سے آج ہمارے بازار ایک عجیب قسم کی بے اعتدالی کا شکار ہیں، ہر طرف شور شرابہ، گالی گلوچ، لڑائی جھگڑے، قتل وغارت گری، بے چینی واضطراب اور خوف وہراس ہمارے بازاروں کی خصوصیت اور ہماری تجارت کا لازمی حصہ بن چکا ہے، اگر حضور اقدس ﷺ کا دیا ہوا یہ اصول اپنا لیا جائے کہ بیچتے اور خریدتے وقت نرمی اور حُسنِ سلوک کا مظاہرہ کیا جائے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ہم ان مسائل کا شکار ہوں۔ (جاری ہے..........)

Iqra Ghufran

بسلسلہ: سہل اور قیمتی نیکیاں محمد ناصر صاحب

□ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کی فضیلت

ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عُرِضَتْ عَلَیَّ اَعْمَالُ اُمَّتِیْ حَسَنُھَا وَسَیِّئُھَا فَوَجَدْتُّ فِیْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِھَا الْاَذٰی یُمَاطُ عَنِ الطَّرِیْقِ وَوَجَدْتُّ فِیْ مَسَاوِیْ اَعْمَالِھَا النُّخَاعَۃَ تَکُوْنُ فِی الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ (مسلم ج ا ص ۲۰۷)

یعنی ’’میرے سامنے میری اُمت کے اچھے اور بُرے اعمال پیش کیے گئے، اُن اچھے اعمال میں سے میں نے راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا پایا اور بُرے اعمال میں سے میں نے مسجد میں بلغم تھوکنا (یا اُس کو کسی طرح گندا کرنا) پایا‘‘ (مسلم)

ایک دوسری حدیث میں ہے:

بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِیْ فِی الطَّرِیْقِ اِذْ وَجَدَ غُصْنَ شَوْکٍ فَاَخَّرَہٗ فَشَکَرَ اللّٰہُ لَہٗ فَغَفَرَ لَہٗ (ترمذی ج ۲ ص ۱۷)

یعنی ’’ایک شخص راستے سے گزر رہا تھا کہ اُس نے راستے میں ایک کانٹے دار جھاڑی پائی، اُس نے وہ جھاڑی اُٹھا کر راستے کے ایک طرف رکھدی (تاکہ دوسرے راہ گیروں کو جھاڑی سے تکلیف نہ ہو) تو اللہ تعالیٰ نے اُس آدمی کا یہ عمل قبول فرمالیا اور اُس کی بخشش فرمادی‘‘ (ترمذی)

بظاہر تو یہ ایک معمولی سا عمل معلوم ہوتا ہے لیکن ایسے چھوٹے چھوٹے اعمال بھی بعض اوقات انسان کی بخشش کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

بعض احادیث میں راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کو ایمان کا حصہ بتلایا گیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ’’ایمان کے ستّر سے کچھ اوپر شعبے ہیں جن میں سے سب سے افضل اور اعلیٰ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (یعنی توحید کا اقرار کرنا) ہے اور سب سے آخری درجہ راستہ سے تکلیف دہ چیز دُور کر دینا ہے (مسلم ج ا ص ۴۷)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا اگرچہ ہے تو ایک چھوٹا سا عمل لیکن فضیلت اس کی بھی بہت زیادہ ہے اور یہ بھی اسلام کی تعلیمات میں سے ایک تعلیم ہے کہ راستوں کو صاف رکھا جائے

اور گندگی نہ پھیلائی جائے۔ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے:

اِنَّ فِیْ اِبْنِ آدَمَ ثَلاَثَ مِائَةٍ وَّسِتِّیْنَ عَظْماً فَعَلَیْهِ لِکُلِّ عُضْوٍ مِّنْهَافِیْ کُلِّ یَوْمٍ صَدَقَةٌ قَالُوْایَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَنْ یَّسْتَطِیْعُ ذَالِکَ؟قَالَ اِرْشَادُکَ اِبْنَ السَّبِیْلِ صَدَقَةٌ وَاِمَاطَتُکَ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَةٌ الخ(کنز العمال ج۶ ص ۴۳۴ بحوالہ ابن السنی وابی نعیم فی الحلیة)

یعنی ''ابنِ آدم کے جسم میں تین سوساٹھ ہڈیاں ہیں اوراُس پر ہرروز ہر ہڈی کے بدلے صدقہ کرنالازم ہے،صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طاقت کون رکھتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسافر کوسیدھا راستہ دکھانا بھی صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹادینا بھی صدقہ ہے(کنز العمال)

اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ابنِ آدم میں سے ہرایک پر روزانہ تین سوساٹھ مرتبہ صدقہ کرنالازم ہے،جس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان چھوٹے چھوٹے نیکی کے کام بھی ہلکے اورکم درجے والے سمجھ کر نہ چھوڑے بلکہ اُن کوبھی کرے اِن نیکی کے کاموں سے بھی صدقہ اداہوتارہے گا مثلاً مسافرکوصحیح راستہ بتادیااور راستے سے کوئی بھی تکلیف دینے والی چیز ہٹادی یاکسی مسافر کاسامان اُس کی سواری یاسروغیرہ پر رکھوادیا۔

ایک حدیثِ مبارکہ میں راستے کے حقوق کی تفصیل حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشادفرمائی کہ ''راستوں میں بیٹھنے سے بچولیکن اگرتمہاراراستے میں بیٹھنااورمجلس کرنا بہت ضروری ہو(مثلاً دوکان یااورکسی ضرورت کی وجہ سے راستے میں بیٹھناپڑتاہو)توپھرنظر نیچی رکھواور دوسروں کوتکلیف دینے سے بازرہواور سلام کاجواب دواورنیکی کاحکم دواوربُرائیوں سے روکو(بخاری ج۱ص۳۳۳)

اس حدیثِ مبارکہ سے راستے کے حقوق کی یہ تفصیل معلوم ہوئی کہ اوّل توانسان راستوں میں نہ ہی بیٹھے اس لیے کہ اس میں بہت سے فتنوں میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے لیکن اس کے بغیر گزارانہ ہواور راستوں میں بیٹھناکسی وجہ سے ضروری ہوتو پھر مذکورہ حدیث میں بتائی گئی تعلیمات پرعمل کرنا چاہئے چنانچہ نظر جھکا کررکھی جائے یعنی دوسروں کے معاملات میں بلاضرورت دخل اندازی نہ کی جائے بلکہ اپنے کام سے مطلب رکھا جائے،نظرنیچی رکھنے کاایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس طرح کرنے سے بدنظری سے حفاظت ہوگی،مذکورہ حدیث

میں دوسری تعلیم یہ ہے کہ ''کَفُّ الاذَیٰ'' یعنی دوسروں کو تکلیف دینے سے باز رہو، چنانچہ ہر وہ قول یا فعل جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچنے کا خدشہ ہو اُس سے حدیثِ بالا میں منع کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ اس طرح سے چلنا جس سے دوسروں کو تکلیف ہو اور راستہ تنگ ہوتا ہو یہ بھی حدیث کی رُو سے ممنوع ہے (فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۴)

اسی طرح آج کل جو ٹریفک کے قواعد مقرر کیے گئے ہیں اُن کا مقصد بھی گزرگاہوں میں نظم وضبط پیدا کرنا ہے اور ان کی پابندی صرف قانون کا تقاضا ہی نہیں بلکہ ایک دینی فریضہ بھی ہے، اگر ان قوانین کی پابندی اس نیت سے کی جائے کہ اس سے معاشرے میں نظم وضبط پیدا ہوگا اور لوگوں کو راحت ملے گی اور لوگوں کو تکلیف سے بچانے کی ممکنہ کوشش ہو سکے گی تو ان سب اعمال پر بھی انشاء اللہ اجر وثواب ملے گا اور ان قواعد کی خلاف ورزی کرنے کے کئی گناہ ہوں گے، ایک لوگوں کو تکلیف پہنچانے کا، دوسرا نظم وضبط میں خلل ڈالنے کا اور تیسرا حُکّام کے جائز احکام کی خلاف ورزی کرنے کا۔ اسی طرح اپنی سواری مثلاً گاڑی، موٹر سائیکل وغیرہ کو ایسی جگہ نہ کھڑا کیا جائے جس سے دوسروں کا راستہ بند ہو یا اُنہیں تکلیف پہنچے۔

اسی طرح آج کل بعض لوگ راستوں میں کوڑا کرکٹ پھینک دیتے ہیں یا بلا وجہ عام گزرگاہوں میں کوئی سامان ڈال کر یا راستہ کو بالکل ہی بند کر کے لوگوں کی تکلیف کا باعث بنتے ہیں یہ سب طریقے اور صورتیں بھی گناہ میں داخل ہیں۔

راستوں کو صاف رکھنا اور جن کاموں سے مسافروں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو اُن کاموں سے بچنا یہ اگرچہ ایک چھوٹا سا عمل ہے لیکن دُنیا اور آخرت کی بے شمار بھلائیاں حاصل کرنے کا ایک آسان ذریعہ ہے۔

ویڈیو گیم کے کاروبار کا شرعی حکم

سوال:...... ویڈیو گیم کی خرید وفروخت اور کرایہ پر چلا کر آمدنی کمانے کا کاروبار شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

جواب:...... ایسے ویڈیو گیم کے جن میں جاندار چیزوں کی تصویریں یا موسیقی ہو ان کی خرید وفروخت کرنا اور ان کے پروگرام چلا کر آمدنی کا ذریعہ بنانا درست نہیں، اور جن میں تصاویر اور موسیقی نہ ہو ان کا کاروبار اگرچہ فی نفسہٖ جائز تو ہے، لیکن کیونکہ اس صورت میں بھی یہ چیز لہو ولعب اور کھیل تماشہ سے کم تو نہیں، جس کو شریعت نے اچھی نظر سے نہیں دیکھا، اس لئے ایک مسلمان کے لئے ایسی چیز کو مستقل ذریعہ معاش بنانے سے پرہیز کرنا چاہئے اِلّا یہ کہ کوئی مجبوری ہو۔ محمد رضوان۔ ۹/۳/۱۴۲۶ھ

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت محمد رضوان صاحب

کھانے پینے کے آداب (قسط ۴)

✪ ......منہ سے کوئی چیز نکال کر دوبارہ کھانے کے برتن میں لوٹانا ناپسندیدہ حرکت ہے۔

✪ ......اگر کھانے میں مکھی گر جائے تو اس کو غوطہ دے کر دونوں پروں کو کھانے میں ڈبا دیجئے، کیونکہ مکھی کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے (جمع الفوائد ج ا ص ۱۷۷ بحوالہ مسلم ابوداؤد) اور مکھی عموماً بیماری اور زہر والے پر کو ڈوباتی ہے (ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی، مسند احمد) دوسرا پر ڈبونے کے بعد مکھی کو نکال کر باہر پھینک دیجئے اور کھانا خود طبیعت چاہے تو کھالیجئے ورنہ کسی ضرورت مند کو دے دیجئے۔

✪ ......کھانا اپنے سامنے اور ایک طرف سے کھانے کی کوشش کیجئے، مختلف جگہوں سے، درمیان سے یا دوسروں کی طرف سے نہ کھایئے، البتہ اگر ایک ہی برتن میں مختلف قسم کی چیزیں ہوں اور جو چیز آپ کو مطلوب ہو وہ دوسری طرف ہو تو دوسری طرف سے اُسے اٹھا کر کھانے میں بھی حرج نہیں۔ [1]

✪ ......کچا پیاز اور لہسن کھانا فی نفسہ جائز ہے لیکن اس کے بعد منہ اچھی طرح صاف کر لینا چاہئے، منہ صاف کئے بغیر خصوصاً مسجد یا کسی تقریب میں آنا یا کسی بھی طرح لوگوں کی تکلیف کا باعث بننا منع ہے (امداد الاحکام ج ۴ ص ۳۱۳ بتغیر) [2]

✪ ......عصر اور مغرب کے درمیان کھانا پینا جائز ہے، جو لوگ اس وقت کھانا پینا منع سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۲۶۲)

✪ ......اگر کھانے کے بعد منہ میں کھانے کے اجزاء ہوں اور کوئی کھانے سے فارغ ہونے پر کلی کا پانی

---

[1] ومن السنة ان لا يأكل من وسط القصعة فان البركة تنزل فى وسطها وان يأكل من موضع واحد لانه طعام واحد بخلاف طبق فيه الوان الثمار فانه يأكل من حيث شاء لانه الوان (ردالمحتار ج ٦ ص ٣٤٠ كتاب الحظر والاباحة)

[2] علة النهى اذى الملائكة واذى المسلم ولا يختص بمسجده عليه السلام بل الكل سواء لرواية مساجدنا بالجمع (رد المحتار ج ١ ،فروع افضل المساجد ،باب مايفسد الصلاة)

قال النووى فيه تصريح باباحة الثوم لكن يكره لمن اراد حضور الجماعة ويلحق به كل ماله رائحة كريهة وكان النبى صلى الله عليه وسلم يترك الثوم دائما لانه كان يتوقع مجىء الوحى فى كل ساعة (مرقاة شرح مشكوٰة ج ٨ ص ١٧٦، ١٧٧)

Idara Ghufran

اس نیت سے پی لے تا کہ وہ اجزاء ضائع نہ ہوں تو یہ فعل درست ہے (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ اص ۳۳۴)

✪ ......عوام میں مشہور ہے کہ سورج یا چاند گرہن کے وقت کھانا کھانا منع ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ویسے ہی غلط مشہور ہو گیا ہے (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۳۴۳ بتغیر)

✪ ......کھانے پینے کے وقت مرد حضرات کا ننگے سر ہونا گناہ نہیں لیکن عام حالات میں بطور فیشن ننگے سر رہنا منع ہے [۱]

✪ ......نام ونمود کے لئے کھلانا پلانا سخت گناہ ہے، لہٰذا نام ونمود سے بچ کر اور اخلاص کے ساتھ کھلانا پلانا چاہیے (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۳۳۹ بتغیر)

✪ ......ایک روٹی کو مختلف لوگ تقسیم کر کے کھائیں یا پوری الگ الگ کر کے کھائیں دونوں طرح درست ہے، البتہ اپنی روٹی الگ لینے میں اندازہ رہتا ہے، کمی زیادتی نہیں ہوتی، اس غرض سے تو الگ لینا بہتر ہے اور ایک روٹی کو تقسیم کر کے کھانے میں اتفاق کا پہلو غالب ہے (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۴۷ بتغیر)

✪ ......روٹی کے آداب میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر روٹی حاضر ہو جائے اور سالن حاضر نہ ہو تو سالن کا انتظار نہ کرے اور ہلکی پھلکی روٹی کھانا شروع کر دے، کیونکہ روٹی اصل ہے اور سالن اس کے تابع۔ [۲]

✪ ......روٹی کو چھری وغیرہ سے کاٹنا اچھا نہیں، البتہ آج کل کی مروجہ ڈبل روٹی، بند، برگر، روغنی روٹی وغیرہ جیسی چیزوں کو چھری سے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ [۳]

✪ ......دوسرے کے کھانا کھاتے ہوئے بلاضرورت چہرے یا لقمے کو نظر جما کر دیکھتے اور تکتے رہنا یا اس کے کھانا کھاتے وقت سر پر چڑھ کر کھڑے ہو جانا بری بات ہے، اس سے کھانے والے کے دل پر بوجھ ہوتا ہے، اس سے بچنا چاہیے، البتہ میزبان کی ضروریات کا اس کی طرف سرسری نظر سے دیکھ کر خیال رکھنا

---

[۱] ولا بأس بالاكل......مكشوف الرأس فى المختار (ردالمحتار ج ٦ ص ٣٤٠)

[۲] وفى بعض الفقهية عد من المكروهات الا كل ....وانتظار ادام بعد حضور الخبز (بريقة محموديه فى شرح طريقهٔ محمديه ج ٢ ص ١١٠) ومن اكرام الخبز ان لاينتظر الادام اذاحضر (ردالمحتار ج ٦ ص ٣٤٠ كذافى خلاصة الفتاوىٰ ج ٤ ص ٣٦٠ الفصل الخامس فى الاكل وكذا فى الهندية ج ٥ ص ٣٣٧) وينبغى ان لا ينتظر الادام اذاحضر الخبز ويؤ خذ فى الاكل قبل ان ياتى الادام (المحيط البرهانى ج ٨ ص ٥٤)

[۳] قال علاء الترجمانى يكره قطع الخبز بالسكين وقال ابو الفضل الكرمانى وابو حامد لا يكره كذا فى القنية وسئل عنها على ابن احمد فقا ل ينظر ان كا ن خبز مكة معجونا بالحليب فلا يكره ولا بأس واما اذا لم يكن كذالك فهو من اخلاق الاعاجم كذا فى التتا رخانية ناقلا عن اليتيمة (هنديه ج ٥ ص ٣٤١)

چاہئے۔ [۱]

✿ ......روٹی کے اوپر سالن یا نمک دانی وغیرہ نہ رکھئے، کیونکہ روٹی کا درجہ ان چیزوں سے زیادہ ہے، اگر ناشتہ دان یا کسی اور چیز میں رکھ کر کہیں روٹی، سالن، چاول وغیرہ مختلف چیزیں بھیجنی ہوں تو روٹی کا ادب یہ ہے کہ اس کو سالن وغیرہ سے اوپر رکھا جائے، ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم روٹی کا اکرام کرو کیونکہ یہ آسمان اور زمین کی برکتوں میں سے ہے (اخرجہ البزار) [۲]

✿ ......روٹی کو پھینکنے اور پٹکنے سے پرہیز کیجئے۔

✿ ......کھانے کے دوران یا کھانے سے فارغ ہوکر ہاتھوں کو روٹی اور دسترخوان سے صاف نہ کیجئے، یہ بدتہذیبی ہے۔ [۳]

✿ ......کھانے سے فارغ ہوکر انگلیاں چاٹ لیجئے اس کے بعد ہاتھ دھولیجئے، بلاعذر چاٹے بغیر کپڑے یا ٹشو پیپر وغیرہ سے صاف کرنا ایک طرح سے کھانے کی بے قدری اور فی نفسہٖ متکبرین کا طریقہ ہے۔

انگلیاں چاٹنے میں بہتر ہے کہ یہ ترتیب ہو، پہلے درمیان کی بڑی انگلی، پھر شہادت کی انگلی، پھر انگوٹھا اور اگر دوسری انگلیاں بھی کھانے میں استعمال ہوئی ہوں تو ان تینوں کے بعد درمیان کے ساتھ والی انگلی اور پھر سب سے چھوٹی انگلی کو صاف کرنا بہتر ہوگا۔

اگر چمچے سے کھانا کھایا اور انگلیوں پر کھانے کے اثرات بالکل نہیں لگے تو کھانے سے فارغ ہونے پر انگلیوں کے بجائے چمچے کو چاٹنا سنت ہوگا اور انگلیوں پر بھی اثرات ہوں تو پھر دونوں کو چاٹ لینا سنت

---

[۱] والنظر الی لقمة الغیر ووجهه (بریقۂ محمودیه فی شرح طریقهٔ محمدیه ج۲ ص ۱۱۰) من ادب الطعام ان لصاحب الضیف ان ینظر فی ضیفه هل یأکل ام لا؟ وذالک ینبغی ان یکون بتلفت ومسارقة لابتحدید النظر (تفسیر قرطبی ج۹ سوره هود تحت الآیة نمبر ۶۹) قال الشیخ عبد القادر ومن الادب ان لایکثر النظر الیٰ وجوه الآکلین لانه مما یحشمهم (الآداب الشرعیة فصل فی آداب الأکل)

[۲] یکره وضع المملحة والقصعة علی الخبز (ردالمحتار ج۶ ص ۳۴۰ کتاب الحظر والاباحة)

(ویکره وضع المملحة) ظرف الملح (علی الخبز) لان فیه استخفافا بالخبز الذی امرنا باکرامه............ (وبعد اسطر) و (یکره) وضع (الخبز تحت القصعة) نحو التسویة لانه اهانته (بریقۂ محمودیه فی شرح طریقهٔ محمدیه ج۲ ص ۱۰۸)

[۳] ویکره مسح الید او السکین به (ردالمحتار ج۶ ص ۳۴۰) (ویکره مسح السکین والید بالخبز) وعن الهندوانی یکره مسح الاصابع علی المائدة لانه تشبیه بالفراعنة (بریقۂ محمودیه فی شرح طریقۂ محمدیه ج۲ ص ۱۰۹) ☆ ومن الاسراف التمسح بالخبز عند الفراغ من غیر ان یأکل ما یمسح به لان غیره یستقذره فلا یأکله (المحیط البرهانی ج۸ ص ۵۳)

ہوگا (للعلۃ المشترکۃ) [1]

✪ ...... کھانے کے شروع یا آخر میں بطورِ خاص حضور ﷺ سے میٹھا تناول فرمانے کی کوئی ترغیب یا ممانعت منقول نہیں، البتہ آپ ﷺ کے عام حالات میں میٹھا پسند فرمانے کا ذکر احادیث میں ملتا ہے (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ) اس لئے کھانے کے شروع یا آخر میں میٹھا کھانے کو سنت یا ممنوع قرار نہیں دیا جاسکتا، زیادہ سے زیادہ ایک جائز اور مباح درجہ دیا جاسکتا ہے، البتہ طبی لحاظ سے اگر کھانے میں میٹھی اور نمکین دونوں طرح کی چیزیں ہوں تو پہلے میٹھی چیز کھانی چاہئے اور اس کے بعد نمکین، اگر میٹھی چیز تھوڑی مقدار میں ہو تو اس کو نمکین غذا کھانے کے بعد کھانا چاہئے، کھانا کھانے کے بعد تھوڑا گڑ کھانے سے کھائی ہوئی غذا کے ہضم ہونے میں مدد ملتی ہے اور قبض نہیں رہتا (ملاحظہ ہو: دیہاتی معالج حصہ اول صفحہ ۱۴۱ حکیم محمد سعید صاحب مرحوم)

✪ ...... حلال کھانے سے فارغ ہونے پر ''الحمدللہ'' کہیے، اگر دوسرے لوگ کھانے میں مشغول ہوں تو بلند آواز سے نہ کہیے اور اگر فارغ ہوچکے ہوں تو بلند آواز سے کہنے میں حرج نہیں۔ [2]

✪ ...... کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھنا سنت ہے ''اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ'' (ابوداؤد، ترمذی)

بعض دوسری دعائیں بھی احادیث میں آئی ہیں

---

[1] کان رسول اللہ ﷺ یأکل بثلاثۃ اصابع ویلعق یدہ قبل ان یمسحھا رواہ مسلم (وفی الشرح)(یدہ)ای اصابعھا ویقدم الوسطی ثم مایلیھا ثم الابھام (قبل ان یمسحھا)ای بالمندیل قبل اللعق کما ھو عادۃ الجبابرۃ ،قال النووی من سنن الاکل لعق الید محافظۃ علی برکۃ الطعام وتنظیفا لھا (مرقاۃ ج۸ ص ۱۶۳) ☆فلیعق یدہ ویمسح الاناء رجاء حصول البرکۃ والمراد بالبرکۃ واللہ اعلم مایحصل بہ التغذیۃ وتسلیم عاقبتہ من الاذی ویقوی علیٰ طاعۃ اللہ تعالیٰ وغیر ذالک ....وکان السبب فی ذالک ان الوسطی اکثر الثلاثۃ تلویثا بالطعام لانھا اعظم الاصابع واطولھا فینزل فی الطعام منہ اکثر مما ینزل من السبابۃ وینزل من السبابۃ فی الطعام اکثر من الابھام لطول السبابۃ علی الابھام ویحتمل ان یکون البدء بالوسطی لکونھا اول ما ینزل فی الطعام لطولھا (عمدۃ القاری ج۱۴ ص۴۵۳باب لعق الاصابع)اقول ھذا السبب یوجد فی البنصر اولاً والخنصر ثانیاً ، محمد رضوان۔

[2] ولا یرفع بالحمد الا ان یکونوا فرغوا عن الاکل تاتر خانیہ (ردالمحتار ج۶ ص۳۴۰کتاب الحظر والاباحۃ)☆من السنۃ ان لایرفع صوتہ بالحمد عند الفراغ من الاکل اذا لم یفرغ جلساءہ کی لایکون منعا لھم (مرقاۃ المفاتیح ج۸ ص ۱۷۸)☆ وتحرم(الحمدلۃ)بعد اکل الحرام بل فی البزازیۃ انہ اختلف فی کفرہ (ردالمحتار ج۱ مقدمہ)

۞ ......دسترخوان اٹھائے جانے سے پہلے اسے اسی حال میں چھوڑ کر خود اٹھ جانا بہتر نہیں، بہتر یہ ہے کہ پہلے دسترخوان اٹھایا جائے پھر خود اُٹھیں (جمع الفوائد ج۱ص۲۷۷بحوالہ قزوینی) البتہ کوئی ضرورت پہلے اُٹھنے کی ہوتو پہلے اٹھنے میں کوئی گناہ بھی نہیں ۔[۱]

۞ ......کھانے سے فارغ ہوکر ہاتھ دھونا سنت ہے، اگر اس وقت ہاتھ دھوکر تولیہ سے صاف کر لئے جائیں اور صابن وغیرہ سے ہاتھ دھولیے جائیں تو کوئی حرج نہیں بلکہ صفائی کے زیادہ قریب ہے اور کلی بھی کرلینی چاہیئے، تاکہ منہ اچھی طرح صاف ہوجائے ۔[۲]

حدیث شریف میں کھانا کھا کر ہاتھ دھوئے بغیر اسی حال میں سونے کی برائی آئی ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اس حال میں رات گذاری کہ ہاتھ میں (کھانے وغیرہ کی) چکنائی لگی ہوئی ہے (اور دھوئے بغیر سوگیا تو) اگر اس کو کچھ تکلیف پہنچ جائے (مثلاً کوئی جانور کاٹ لے) تو اپنے آپ کو ہی برا کہے (ترمذی) اس لئے ہاتھ دھوئے بغیر چکنائی اور کھانے کا اثر لگے ہوئے ہونے کی حالت میں سونے سے بچنا چاہیئے، اور ہاتھ دھوکر سونا چاہیئے۔

۞ ......کھانے سے فارغ ہوکر خلال کرنے کا احادیث سے ثبوت ملتا ہے، (ملاحظہ ہو: کنز العمال، جمع الفوائد ج۵ص۳۳) لہٰذا کھانے سے فراغت پر دانتوں کی درزوں میں پھنسے ہوئے روٹی کے ٹکڑے اور ساگ ترکاری کے ریشے کسی صاف تنکے سے نکال ڈالیں، مگر یہ کام کرتے وقت دوسروں کے مزاج کا لحاظ رکھنا چاہیئے اور ایسے انداز سے پرہیز کرنا چاہیئے جس سے دوسروں کو کراہیت پیدا ہو، اس کے بعد کلی کر کے منہ اور دانتوں کو اچھی طرح صاف کرلینا چاہیئے (ملاحظہ ہو: دیہاتی معالج حصہ اول صفحہ۹۰)

۞ ......طبی لحاظ سے مٹی کے برتن میں کھانا پکایا ہوا سب سے بہتر ہے بشرطیکہ برتن صاف ستھرا ہو (ملاحظہ ہو بہشتی زیور حصہ نہم صفحہ۷)

(جاری ہے............)

---

[۱] اذا وضعت المائدة فلا يقوم رجل حتى ترفع المائدة (ابن ماجه ،جمع الفوائد ج ا ص ۲۹۴)

[۲] والمراد (فى الحديث)من الوضوء الثانى غسل اليدين والفم من الدسومات (مرقاة المفاتيح ج۸ ص ۱۸۳)وكان ابن عمر ان لايأكل الطعام الا استن يعنى استاک (مصنف عبد الرزاق ،ماذكر فى السواک)والادب فى الغسل بعد الطعام ان يبدأ بالشيوخ ويمسح بالمنديل ليكون اثر الغسل زائلاً بالكلية ......وفى الذخيرة وفى نوادر هشام سئلت محمداً عن غسل اليدين بالدقيق بعد الطعام هل هو مثل الغسل بالاشنان فاخبرنى ان اباحنيفة وابايوسف لم يرا بأساً لتوارث الناس ذالک من غير نكير (البحرالرائق ،كتاب الكراهية ،غسل اليدين قبل الطعام)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ

محمد رضوان صاحب

تصوف اور پیری مریدی میں پیدا شدہ خرابیاں

آج کل تصوف وطریقت کے نام پر اور پیری مریدی کے سلسلہ میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئیں ہیں اور روز بروز بڑھتی جارہی ہیں، بہت سی جگہ تصوف اور طریقت کے نام پر لوگوں کو گمراہ کیا جارہا ہے خاص طور پر گدی نشین پیروں کے یہاں زیادہ ہی خرابیاں جمع ہیں، لہٰذا تصوف وطریقت اور پیری مریدی کے سلسلہ کی ان خرابیوں اور کوتاہیوں کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک موقعہ پر نہایت ہی جامع طریقہ پر ان خرابیوں پر روشنی ڈالی ہے جو انہی کے الفاظ میں بیان کی جاتی ہیں، مشکل الفاظ کی قوسین (بریکٹوں) کے درمیان وضاحت بھی ساتھ ساتھ کی جاتی رہے گی، تاکہ عوام الناس کو سمجھنے میں آسانی رہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''ایک تعلق ایسا ہے، جس میں دوسرا شخص معاہدۂ صریحہ (یعنی صاف معاہدہ کے ذریعہ) سے ہماری اطاعت کا التزام (یعنی ہمارا کہنا ماننے کو اپنے اوپر لازم) کرتا ہے وہ تعلق پیری مریدی کا ہے، کیونکہ پیری مریدی نام ہی ہے معاہدۂ اطاعت من جانب المرید (یعنی مرید کی طرف سے فرمانبرداری کے عہد وپیمان) ومعاہدۂ تعلیم واصلاح من جانب الشیخ (یعنی اور پیر کی طرف سے تعلیم واصلاح کے عہد) کا، صرف ہاتھ میں لے کر سبق سا پڑھ دینے کا نام پیری مریدی نہیں، جیسا کہ آج کل عام طور سے اس میں غلطی ہو رہی ہے کہ ہاتھ میں ہاتھ دینے کو بیعت سمجھتے ہیں اور (شیخ وپیر کی) تعلیم واتباع کو ضروری نہیں سمجھتے، اس لئے مجھے اس میں کلام ہے (یعنی اطمینان نہیں ہے) کہ آج کل کسی طالبِ بیعت (یعنی بیعت کے طلب گار) کو چپکے سے جلد بیعت کر لینا جائز بھی ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس میں تقریر (یعنی برقرار رکھنا) ہے اس کی غلطی کی، اس طرح بیعت کر لینے سے وہ (یعنی بیعت ہونے والا) یہی سمجھے گا کہ ہاتھ میں ہاتھ دینا ہی بیعت کی حقیقت ہے، نیز آج کل یہ بھی عام لوگوں کا عقیدہ ہے کہ بدون (یعنی بغیر) بیعت کے نفع نہیں ہوتا، گویا لوگوں نے اصل مقصود کو اس فرع (یعنی ضمنی چیز) کے تابع کر دیا ہے، میرے نزدیک ان غلطیوں پر تنبیہ (یعنی آگاہ کرنا) لازم ہے اور اس کی ضرورت ہے کہ طالب (یعنی بیعت کے طلب گار) کو اولاً اس پر متنبہ کیا جائے کہ بیعت (یعنی ہاتھ میں ہاتھ دینا) نہ مقصود ہے نہ کسی مقصود کا موقوف علیہ ہے (یعنی جس پر مقصود موقوف ہو) صرف رسمِ مشائخ (یعنی مشائخ کا طریقہ) ہے اور

حقیقت بیعت کی یہ ہے کہ مرید کی طرف سے اتباع کا التزام (یعنی شیخ کی طرف سے دی گئی تعلیم وہدایت کو اپنے اوپر لازم کرنا) ہو اور شیخ کی طرف سے تعلیم کا التزام (یعنی مرید کو تعلیم وہدایت دینے کو اپنے اوپر لازم کرنا) ہو، اگر دو شخصوں میں ایسا معاہدہ ہو جائے خواہ قولاً یا حالاً (یعنی الفاظ کے ذریعہ سے ہو یا صرف حالت سے) کیونکہ معاہدہ کبھی حالیہ (یعنی حالت کے اعتبار سے) بھی ہوتا ہے تو بس بیعت کا تحقق (یعنی وجود) ہو گیا، خلاصہ یہ ہے کہ بیعت کی حقیقت التزام (یعنی اپنے اوپر کسی چیز کو لازم اور ضروری قرار دینا) ہے، یعنی شیخ اور طالب دونوں ایک ایک امر کا التزام (یعنی ایک ایک چیز اپنے اوپر لازم) کرتے ہیں، طالب اطاعت واتباع کا، شیخ تعلیم واصلاح کا، اب میری شکایت کا حاصل (یعنی خلاصہ) یہ ہے کہ جہاں صریح (یعنی صاف) التزام ومعاہدہ ہے اطاعت کا، غضب کی بات ہے کہ وہاں بھی آج کل تبلیغ نہیں کی جاتی، اور اگر بیعت کو صریح التزام (یعنی صاف اپنے اوپر لازم کرنا) نہیں مانتے تو اس کی کیا وجہ ہے کہ مرید کی جانب سے تو عملاً (یعنی عملی طور پر) دونوں اس کو لازم سمجھتے ہیں، چنانچہ مرید اگر پیر کی کسی بات کو نہ مانے تو اس پر عتاب (یعنی غصہ) کیا جاتا اور دربار سے نکال دیا جاتا ہے، یہ عمل خود بتلا رہا ہے کہ آپ بیعت کو صریح التزام (یعنی صاف لازم کر لینا) سمجھتے ہیں، مگر یہ بے انصافی ہے کہ ایک جانب التزام (یعنی مرید کی طرف سے لازم کرنا) مانا جاوے، دوسری جانب نہ مانا جاوے، ایک جانب تو یہ شدت ہے کہ اگر مرید خدمت سے انکار کر دے یا کسی دنیاوی کام میں شیخ کی مخالفت کرے تو فوراً معتوب (یعنی غضب یافتہ) ہو جاتا ہے اور دین کے معاملہ میں نہ شیخ اس کو کچھ کہتے ہیں نہ وہ اس میں شیخ کی اطاعت کو اپنے ذمہ لازم سمجھتا ہے، میں کہتا ہوں کہ جب مرید صراحتاً (یعنی صاف) آپ کی اطاعت (یعنی کہنا ماننے کا) کا التزام کر چکا ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ شیوخ بھی مریدین کی دینی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ صاحبو! تبلیغ سے ایک تو مانع عدمِ قدرت (یعنی ایک رکاوٹ تو قدرت کا نہ ہونا) تھا اور ایک مانع عدمِ التزام (یعنی دوسری رکاوٹ لازم نہ کرنا) تھا (گو (یعنی اگرچہ) عدمِ التزام واقع میں مانع (یعنی لازم نہ کرنا حقیقت میں رکاوٹ) نہیں بلکہ قدرت کے بعد تبلیغ واجب ہے، گو (یعنی اگرچہ) دوسرے نے صراحتاً (یعنی صاف) التزام نہ کیا ہو، مگر میں آپ کی خاطر سے تھوڑی دیر کے لئے عدمِ التزام کو مانع (یعنی اپنے اوپر لازم نہ کرنے کو رکاوٹ) مان کر کہتا ہوں کہ) جہاں قدرت بھی ہے اور التزام بھی ہے وہاں حضرتِ شیخ خاموش ہیں جس میں ترکِ تبلیغ کے گناہ کے ساتھ وعدہ خلافی کا گناہ بھی شامل ہے، کیونکہ مرید نے اطاعت کا وعدہ کیا ہے، ایسے ہی شیخ بھی تو اصلاح کا وعدہ کئے ہوئے ہیں، حیرت کی بات ہے کہ مقتضی

(یعنی تقاضا کرنے والی چیز) موجود ہے اور موانع (یعنی رکاوٹیں) سب مرتفع (یعنی دور) ہیں، پھر بھی پیر صاحب مریدوں کے افعال (یعنی اعمال) پر خاموش ہیں کچھ روک ٹوک نہیں کرتے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو شیوخ پیری مریدی کی حقیقت کو نہیں سمجھتے، یا عملاً جان بوجھ کر پہلو تہی کرتے ہیں، پس آجکل تو پیری مریدی کی حقیقت لوگوں نے یہ سمجھ رکھی ہے کہ پیر صاحب قیامت میں بخشوالیں گے، لوگوں نے رسمِ بیعت کو مغفرت کا سبب سمجھ رکھا ہے گو (یعنی اگرچہ) اس کے بعد کتنے ہی گناہ کرلیں چنانچہ اس کے متعلق کچھ الہامات اور مکشوفات (یعنی الہام اور کشف کے واقعات) یاد کر لئے ہیں کہ فلاں بزرگ سے منقول ہے کہ ان کو الہام ہوا تھا، کہ ہم تمہارے سب سلسلہ والوں کو بخش دیں گے، یہ تو وہ ہیں جو دوسروں سے اسلم (یعنی کچھ سلامت) ہیں ورنہ بعضے اس سے بھی گرے ہوئے ہیں، ان کا خیال یہ ہے کہ بیعت اس واسطے ضروری ہے کہ اس سے ہمارے سر پر ایک بزرگ کا سایہ ہو جائے گا تو دنیوی مقاصد میں ہم کو سہولت ہوگی، مقدمات میں دعا اور تعویذ گنڈے کرالیں گے، اور بیعت سے ہماری تنخواہ میں ترقی ہو جائے گی، چنانچہ بعض لوگ زبان سے کہتے ہیں کہ ہمارے سلسلہ میں ڈپٹی، کلکٹری سے اس طرف (یعنی نیچے) کوئی رہتا ہی نہیں، ان کا مقصود بیعت سے دنیا ہے اور ان کے نزدیک دین سے اس کو کچھ تعلق نہیں، یہ تو مریدوں کے خیالات تھے۔ اب پیروں کی (حالت) سنئے! ان کے نزدیک بیعت سے مقصود یہ ہے کہ مریدوں کے ذمہ ان کا ششماہی یا سالانہ (خرچہ) مقرر ہو جائے گا، جیسے چار کمینوں (یعنی گھر کے سالانہ چار خدمت گاروں مثلاً! نائی وغیرہ) کا فصلانہ مقرر ہوتا ہے، پھر پیر صاحب کا کام کیا ہے جس کے عوض یہ فصلانہ دیا جاتا ہے، ان کا کام وہ ہے جو بھنگی کرتا ہے، بھنگی (یعنی جمع دار) نجاستِ ظاہرہ کا حامل (یعنی جمع دار ظاہری گندگی اور ناپاکی کو اٹھانے والا) ہے اور پیر صاحب فصلانہ لے کر گناہوں کی نجاست کے حامل (یعنی اٹھانے والے) ہیں، چنانچہ بعض دیہات میں پیر کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاتا ہے جو کمینوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، ایک چوہدری صاحب کے یہاں فصل پر اناج تیار ہوا اور گھر والے چاروں کمینوں کا فصلانہ نکالنے لگے تو چوہدری کہتا ہے کہ اس سوہرے (یعنی سُسرے) پیر کا بھی تو حق نکال دو وہ بھی تو اپنا حق مانگنے آوے گا، واقعی یہ (یعنی رسمی پیری مریدی) عجیب راحت و آرام کا پیشہ ہے کہ پیر صاحب گئے اور فصلانہ لے آئے اور سال بھر آرام سے اپنے گھر بیٹھے رہے، اور (یعنی دوسرے) پیشہ والے اگر فرضِ منصبی کو انجام نہ دیں تو تنخواہ بند ہو جاتی ہے مگر پیر کی تنخواہ بند ہی نہیں ہوتی، اور خواہ کچھ ہی کرلیں ان کی پیری بھی منسوخ (یعنی ختم)

نہیں ہوتی، چاہے شراب پی لیں یا بدمعاشی کر لیں، کیونکہ مشہور ہے کہ پیر کی پیری سے کام اس کے فعلوں سے کیا کام، اگر پیر صاحب ڈھنگ کی بات بولیں تو حقائق ومعارف (یعنی علمی حقیقتیں اور اللہ کے خوف کی باتیں) ہیں اور بے ڈھنگی بے تکی ہانکیں تو رموز (یعنی راز کی باتیں اور غیبی اشارے) ہیں، اور خاموش رہیں تو مراقب (یعنی اللہ کی طرف متوجہ رہنے والے) اور چپ شاہ ہیں، ان کی ہر حالت میں جیت (یعنی فتح) ہے، افسوس آج کل (اس قسم کے) پیروں کے ساتھ وہی معاملہ ہو رہا ہے جو یہود ونصاریٰ نے اپنے احبار ورحبان (یعنی اپنے بزرگوں) کے ساتھ کر رکھا تھا ''وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارىٰ نَحْنُ اَبْنَآءُ اللهِ وَاَحِبَّآءُهٗ'' کہ خدا کے بیٹے اور اس کے محبوب بنتے تھے (نعوذ باللہ استغفر اللہ) ان (رسمی پیروں) کو سب کچھ معاف ہے جو چاہیں کریں، اس طرح میں عمل کی ضرورت ہی نہیں عمل سے کچھ سروکار ہی نہیں، یاد رکھو کہ ایسی پیری مریدی کو اسلام سے کچھ واسطہ نہیں یہ سراسر بے دینی ہے، اور خیر بعضے ایسے تو نہیں ہیں بلکہ بیعت کے بعد عمل کی بھی ضرورت سمجھتے ہیں مگر کون سے اعمال کی؟ فرائض وواجبات کی نہیں بلکہ وظائف واوراد کی ضرورت سمجھتے ہیں، کچھ وظیفے پیر سے معلوم کر لئے ہیں، ان میں کبھی ناغہ نہیں ہونا چاہئے، فرائض ناغہ ہو جائیں نماز کی پرواہ نہیں کہ وقت پر ہوتی ہے یا بے وقت، معاملات سر سے پیر تک گندے ہیں، سود لیتے ہیں اور دیتے ہیں، رشوت کا بازار گرم ہے (اور اسی طرح کے دوسرے ناجائز کاموں میں مبتلا ہیں، مثلاً بے پردگی، بدعت بلکہ شرکیہ چیزیں) اور اس کے ساتھ تہجد کے پابند ہیں، اشراق کے پابند ہیں، تسبیح بہت لمبی ہے جو ہر وقت چلتی رہتی ہے اور پیر صاحب بھی ان مریدوں کی سود (اور دوسری حرام کی آمدنی سے ہدایا (یعنی تحائف) لیتے رہتے ہیں، چنانچہ اسی قسم کے ایک شخص نے خود مجھ سے فخراً (یعنی فخریہ طور پر) کہا کہ نماز تو چاہے قضا ہو جائے مگر پیر نے جو وظیفہ بتلا دیا ہے وہ کبھی قضا نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ جب قضا (یعنی موت) آئے گی اس وقت نتیجہ معلوم ہوگا کہ نماز زیادہ ضروری تھی یا وظیفہ اور ان میں بھی اسلم (یعنی کچھ سلامت) وہ ہیں جو وظیفے ثواب کے لئے پڑھتے ہیں، ورنہ اکثر تو دنیا ہی کے واسطے پڑھتے ہیں، چنانچہ کوئی قصیدۂ غوثیہ کا ورد کرتا ہے کوئی حزبُ البحر کا، اگر ان کو ثواب مطلوب (ومقصود) ہوتا تو ادعیۂ ماثورہ (یعنی مسنون دعاؤں) میں ان سے زیادہ ثواب ہے، مگر دنیا مطلوب ہے اس لئے ادعیۂ ماثورہ (یعنی مسنون دعاؤں) سے دلچسپی نہیں، بلکہ اس قسم کے وظائف سے دلچسپی ہے جن سے دنیوی منافع بھی حاصل ہوتے ہیں، ان سے بڑھ کر ایک طبقہ اور ہے جو صوفیہ کہلاتے ہیں وہ اس لئے بیعت ہوتے ہیں تاکہ کیفیات اور کرامات حاصل

ہو جائیں یہ لوگ کیفیات کو مقصود سمجھے ہوئے ہیں، اس کے لئے ترکِ لذات (یعنی لذت کی چیزوں کو ترک) کرتے ہیں، نیند کم کرتے ہیں، غذا کم کرتے ہیں، اور اس کا نام رکھا ہے مجاہدہ و ریاضت، حالانکہ مجاہدہ کی حقیقت ہے مخالفتِ نفس فی المعاصی (یعنی نفس کی گناہوں میں مخالفت کرنا) الغرض آج کل بیعت کی حقیقت وغایت (یعنی غرض اور نتیجہ) میں عام طور سے غلطی ہو رہی ہے، لوگ مقاصد وغیر مقاصد میں فرق نہیں کرتے نہ اعمال کا اہتمام کرتے ہیں نہ اعمال پر روک ٹوک ہے، حالانکہ تعلقِ بیعت میں طرفین سے التزام (یعنی بیعت کے تعلق میں دونوں طرف سے اپنے اوپر لازم کرنا) بھی ہے اطاعت کا اور معاہدہ ہے اصلاح کا پھر بھی وہاں روک ٹوک نہیں، صرف وظائف کی بھرمار ہے اور کچھ روک ٹوک ہے بھی تو صرف دو چار اعمال پر جن کا ضروری ہونا سب کو معلوم ہے، حالانکہ وہ باتیں زیادہ بتلانا چاہئیں جن کی مخاطب کو ضرورت (اور اہمیت) ہی معلوم نہیں، مگر ایسی باتیں کیونکر بتلائیں ان کی ضرورت سے خود شیخ ہی منکر (یعنی انکاری) ہیں، اور منکر (یعنی انکاری) اس لئے ہیں کہ ان (نامعلوم باتوں) سے خود کورے (یعنی ناواقف) ہیں، اس لئے امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اے عزیز! تمہاری اصلاح کی کیا امید ہو جب کہ تمہارے طبیب (یعنی معالج) ہی مریض ہیں۔ صاحبو! بیعت ہونے کے بعد جن چیزوں پر روک ٹوک زیادہ ضروری ہے وہ اس قسم کی ہیں، کبر و عجب اضاعتِ حقوق العباد، حسد و بغض وفساد ذات البین (یعنی تکبر، خود پسندی، حقوق العباد ضائع کرنا، حسد، بغض، کینہ، اور دوسروں میں پھوٹ ڈالنا) وغیرہ، مگر آج کل ان امور (یعنی چیزوں) پر مطلق (یعنی ذرا بھی) روک ٹوک نہیں، حالانکہ پہلے زمانہ میں مشائخ کو اول اسی کا زیادہ اہتمام تھا وظائف تو سالہا سال کے بعد تعلیم کرتے تھے اور یہی نہیں کہ محض زبان سے ان امور (یعنی چیزوں) پر روک ٹوک کریں بلکہ تدبیروں سے ان امراض کو قلب (یعنی دل) سے نکالتے تھے مثلاً کسی کو زینت پرستی (یعنی فیشن پرستی) میں مبتلا دیکھا تو اسے سڑکوں پر یا خانقاہ میں (پانی کا) چھڑکاؤ کرنا، جھاڑو دینا بتلا دیا، اور جس میں تکبر دیکھا اس کو نمازیوں کے جوتے سیدھے کرنا تعلیم کروایا، جن میں ایک جولاہے کے بھی جوتے تھے جو اس متکبر کی رعیت کا جولاہا ہے اس کے جوتے سیدھے کرتے ہوئے بس جگر ہی کٹ گیا اور دل پر آرہ ہی تو چل پڑا، مگر یہ حالت ایک دو دفعہ میں ہوتی ہے، پھر افعالِ تواضع (یعنی عاجزی اور اپنے کو کمتر سمجھنے والے کاموں) میں خاصیت ہے کہ ان سے قلب (یعنی دل) میں بھی تواضع (یعنی عاجزی وکمتری) پیدا ہو جاتی ہے، کرتے کرتے ہر قسم کی عادت ہو جاتی ہے، حضرت شیخ ابو سعید گنگوہی رحمہ اللہ کا قصہ میں نے بارہا بیان کیا ہے، غالباً سامعین اکثر اس سے واقف

ہونگے کہ سلطان نظام الدین بلخی رحمہ اللہ نے ان کے عُجب (یعنی بڑائی) کا کس طرح علاج فرمایا تھا کہ اول ان کو حمام جھونکنے (یعنی پانی گرم کرنے والے حمام میں آگ جلانے) کی خدمت سپرد کی پھر سال بھر کے بعد بھنگن (یعنی جمع دارانی) سے کہا کہ ان کے سر پر ذراسی اپنے ٹوکرے کی مٹی جھاڑ دے جب وہ اس پر جھلائے (یعنی ناگواری ظاہر کی) تو ایک مدت تک پھر یہی خدمت اور لی اور اس کے بعد پھر شکاری کتوں کی خدمت سپرد کی، اور یہ کام اس شخص سے لئے جو گنگوہ کے پیرزادے بھی تھے اور قطب زادے بھی تھے اس قسم کی خدمتیں لے کر پھر کہیں ذکر و شغل بتلاتے تھے، اے صاحب اس قسم کی تعلیم کا تو آج کل کہیں پتہ بھی نہیں، حالانکہ ضرورت اسی کی ہے، کیونکہ شیخ کو طبیب (یعنی معالج) کی طرح ہونا چاہئے کہ ہر مریض کو ایک ہی نسخہ نہ دے بلکہ نسخے بدلتا رہے، جیسا مریض دیکھے ویسا ہی نسخہ بتلائے، اور ایک مریض کو بھی ایک نسخہ نہ دے بلکہ اس کے لئے بھی حسبِ ضرورت تبدل وتغیر (یعنی ترمیم وتبدیل) کرتا رہے، مگر آج کل شیوخ کے یہاں بس ایک ہی طریقہ سب کے لئے ہے یہ طرز ٹھیک نہیں، بلکہ ہر شخص کے مناسب اس کے (روحانی) امراض کی تشخیص کے بعد جُدا جُدا تعلیم ہونا چاہئے، اور ان کو رات دن اعمال و اخلاق پر ٹوکنا چاہئے اور جن اعمال کا دین ہونا عام طور سے معلوم ہے اس کا اہتمام اس قدر زیادہ ضروری نہیں بلکہ جن باتوں کا دینی ہونا لوگوں کو معلوم نہیں ان کا خاص اہتمام کرنا چاہئے، مثلاً اصلاحِ اخلاق (یعنی اخلاق درست کرنے) کو آج کل دنیوی امور (یعنی دنیا کے کاموں) سے سمجھتے ہیں، اصلاحِ اخلاق کو دین نہیں سمجھتے مثلاً لوگوں کو اس کا اہتمام ہی نہیں کہ ہمارے فعل یا قول (یعنی کلام یا کام) سے کسی کو ایذاء (یعنی تکلیف) نہ پہنچے، نہ اس کو دین کا کام سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ اتنا بڑا کام ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ '' کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں، حضور ﷺ نے اس پر اسلام ہی کو موقوف فرمایا ہے گو (یعنی اگرچہ) علماء نے اس میں تاویل کرلی ہے کہ مراد کمالِ اسلام کا موقوف (یعنی کامل اور پورے اسلام کا موقوف) ہونا ہے، مگر حضور ﷺ کے الفاظ تو یہی ہیں کہ مسلمان وہی ہے جن کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچے رہیں یعنی جو ایسا نہ ہو وہ مسلمان ہی نہیں کیا ان الفاظ کا اطلاق (یعنی عام استعمال فرمانا) کچھ اثر نہیں رکھتا گو (یعنی اگرچہ) مراد وہی ہو جو علماء نے فرمائی ہے (یعنی کامل اور مکمل مسلمان نہیں، اگرچہ ناقص مسلمان ہے) (البدائع ص ۳۸۰ تا ۳۸۸ بحوالہ تواصی بالصبر حصہ دوم)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ ترتیب: محمد رضوان صاحب

مکتوباتِ مَسیحُ الاُمَّت (قسط ۱۷)

(بنام حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب)

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی وہ مکاتبت جو مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوتی رہی، ان مکتوباتِ منتشرہ کو مفتی محمد رضوان صاحب نے سلیقہ کے ساتھ جمع کرنے، ترتیب دینے اور بین القوسین مناسب توضیح کی کوشش کی ہے، جو افادۂ عام کے لئے ماہنامہ ''التبلیغ'' میں قسط وار شائع کئے جارہے ہیں۔ عرض سے مراد حضرت نواب قیصر صاحب کے تحریر کردہ کلمات اور ارشاد سے مراد حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے جواب میں تحریر فرمودہ ارشادات ہیں (..................ادارہ)

مکتوب نمبر (۲۲) (محرم ۱۴۱۲ھ)

عرض: مخدومی و مشفقی و محبی حضرت اقدس دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

ارشاد: مکرم زید مجدھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عرض: حضرت سے معافی کا خواستگار ہوں احقر سے سخت غلطی سرزد ہوگئی (کہ القاب حضرت کے مزاجِ طبع کے خلاف لکھ دیے) بندہ قصوروار ہے، جناب والا دل سے معاف فرمائیں، انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بجائے جوش کے ہوش سے کام لوں گا۔

ارشاد: وہ صاف دل سے معذرت پیش کی تھی۔

عرض: حضرت کے جوابات دررفع اشکالات پڑھ کر ایسا جوشِ محبت اٹھا کہ حدودادب سے باہر ہوگیا اور ایسے القاب لکھ گیا کہ جن سے حضرت کو تکلیف ہوئی، بندہ کو اس کا بہت قلق اور رنج ہے کہ میری نالائقی اور جہالت سے حضرت کو محجوب ہونا پڑا۔

ارشاد: وہ آپ کی طبیعت کے رنگ کا ظہور، بندہ کا یہ حجاب زنگ کا ظہور۔

عرض: اللہ تعالیٰ حضرت کو تاحیات صحت وعافیت ترقی درجات قوت وتوانائی اور کمالِ ایمان عطا فرمائے حکیم الامت حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ کے ذوق ومسلک اور تعلیم وتربیت واصلاح کا کام اللہ تعالیٰ جناب سے خوب خوب لے اور آپ کی خدمتِ دین کو شرفِ قبولیت بخشے آمین۔

ارشاد: اللہ تعالیٰ آپ کی مبارک زبان مبارک فرمائیں **(بقیہ صفحہ ۷۳ پر ملاحظہ فرمائیں)**

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب: مفتی محمد رضوان

علماء کا حُکّام کے ساتھ رویہ

(تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)

فرمایا:

''میں از طرفِ خود تو حکام سے میل جول بڑھانے کا مخالف ہوں، خصوصاً علماء کے لئے کہ یہ ان کی وضع کے بالکل خلاف ہے، علماء کو تو گوشہ نشین ہونا چاہئے، لیکن اگر ملنا ہو یا کوئی کام پڑ جائے تو ادب کرنا ضروری سمجھتا ہوں، اور بے ادبی اور منہ زوری کو شرارتِ نفس سمجھتا ہوں، ترکِ ادب کوئی کام کی بات نہیں، بلکہ اس میں شرارتِ نفس یعنی شیخی ہے کہ ہم حاکم سے بھی نہیں دبتے، نہ دبنا کیا، یعنی جب اس کو خدا تعالیٰ نے حاکم بنایا ہے، یوں نہ دبو گے تو دبائے جاؤ گے'' (حسن العزیز ج۲ص۱۹۱، ماخوذ از تحفۃ العلماء ج ا ص ۲۵۰، ادارتالیفاتِ اشرفیہ ملتان)

معلوم ہوا کہ حُکّامِ زمانہ کے عہدے اور ان کے منصب کو ملحوظ رکھ کر ان کی شان اور ان کے بارے میں بات کرنی چاہئے، اور کوئی ایسا انداز اختیار نہیں کرنا چاہئے جس سے ان کی بلاوجہ تحقیر لازم آئے، اور پھر اس کے نتیجہ میں دشمنی اور عداوت پیدا ہو اور بالآخر ایسے مرحلہ تک نوبت پہنچے کہ جس کا برداشت کرنا طاقت سے باہر ہو، علامہ ابنِ جوزی رحمہ اللہ وعظ گوئی پر اپنی بے نظیر تالیف ''تحفۃ الواعظین'' میں فرماتے ہیں:

اگر حاکمِ وقت یا بادشاہ کو وعظ کہنے کا اتفاق ہو تو واعظ کو چاہئے کہ حتی الامکان نرمی اختیار کرے نیز اسے براہِ راست خطاب نہ کرنا چاہئے، اس لئے کہ بادشاہ جب لوگوں سے خلوت میں ہوتے ہیں تب بھی ان کی وجاہت اور دبدبہ باقی رہتا ہے، جب انہیں براہِ راست خطاب کیا جاتا ہے تو وہ اسے اپنی توہین سمجھتے ہیں، لہٰذا انہیں مناسب یہی ہے کہ اس کو وعظ عمومی رنگ میں کیا جائے تاکہ بادشاہ اس سے بقدرِ حصہ نصیحت حاصل کرے، اگرچہ کئی بادشاہ ایسے بھی ہو گزرے ہیں جو براہِ راست خطاب کو برداشت کر لیتے تھے مگر اس سے عام اصول میں کچھ فرق نہیں پڑتا، وعظ میں نرمی بہر حال بہتر ہے (انیس الواعظین ص ۱۹۸)

بلاشبہ حدیث کی رُو سے ''افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے'' مگر حق بات کہنے کے لئے

نیت، طریقہ اور موقع محل بھی تو درست ہونا چاہئے، اگر نیت میں اخلاص نہ ہو بلکہ اپنی شیخی اور بڑائی ظاہر کرنا مقصود ہو یا انداز اور طریقہ نامناسب ہو یا موقع محل سے ہٹ کر بات کی جائے تو اس کا وبال دنیا میں تو جو کچھ ہوتا ہے اس کے بتلانے کی ضرورت نہیں، آخرت میں بھی اس پر گرفت ہوگی۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی لکھتے ہیں:

''اگر کوئی حاکم شریعت کے خلاف کام کر رہا ہے تو اسے راہِ راست پر لانے کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس کی شرائط کے ساتھ انجام دینا بھی ضروری ہے اور ضرورت کے وقت اس کے سامنے اظہارِ حق بھی، جسے حدیث میں ''افضل الجہاد'' قرار دیا گیا ہے، یہ تمام کام شریعت کے عین مطابق ہیں بشرطیکہ شرعی حدود میں ہوں اور پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور دینِ حق کی تبلیغ ونصرت ہو، محض اپنی بہادری جتانا، لوگوں سے داد حاصل کرنا یا خود طلبِ اقتدار پیشِ نظر نہ ہو'' (حکیم الامت کے سیاسی افکار ص ٦٠)

آج حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ھارون علیہ السلام کے منصب اور عہدے کے حامل کسی اللہ والی بزرگ ہستی کا اس دنیا میں وجود نہیں اور ان کے مقابلہ میں فرعون سے بڑے ظالم بادشاہ کا بھی دنیا میں وجود نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ وھارون علیہما السلام کو فرعون کو تبلیغ کرنے کے لئے اس بات کا پابند فرما دیا کہ:

''فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا'' ''تم دونوں اس (فرعون) سے نرمی سے بات کرنا''

تو اب کس کو مجال ہوسکتی ہے کہ وہ نبیوں کے طریقہ کو چھوڑ کر غلط طریقہ اختیار کرے۔

اس کے علاوہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کے عیب بیان کرنا خواہ وہ ظالم حاکم ہی کیوں نہ ہو جب تک شریعت کی اجازت نہ ہو ''غیبت'' میں داخل ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو معارف القرآن ج ٨ ص ١٢٣)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی لکھتے ہیں:

''عوام میں بھی حکام کو وقت بے وقت بُرا بھلا کہنے اور انہیں گالیاں تک دینے کا رواج عام ہو چکا ہے، جلوسوں میں سربراہانِ حکومت کو ''کُتّا'' اور ''سور'' تک بنا کر ان کی خلاف ہائے ہائے کے نعرے لگائے جاتے ہیں، مجلسوں میں ایک مشغلے کے طور پر حکام کا ذکر کرکے ان کی بُرائیاں کی جاتی ہیں، جو کسی معقول وجہ کے بغیر ہونے کی وجہ سے غیبت میں تو داخل ہیں ہی،

بعض اوقات افتراء اور بُہتان کی حدود میں بھی داخل ہوجاتی ہیں اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ فاسق وفاجر حکمرانوں کو بُرا کہنا غیبت میں داخل نہیں، حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے اس طرزِ عمل پر بھی تنقید فرمائی ہے، حضرت فرماتے ہیں:

''حجاج بن یوسف اس امت کا سب سے بڑا ظالم مشہور ہے مگر کسی بزرگ کی مجلس میں ایک شخص نے اس پر کوئی الزام لگایا اور غیبت کی تو انہوں نے فرمایا کہ وہ اگرچہ ظالم وفاسق ہے مگر حق تعالیٰ کو اس سے کوئی دشمنی نہیں وہ جس طرح دوسرے مظلوموں کا انتقام حجاج سے لے گا، اسی طرح اگر کوئی حجاج پر ظلم کرے گا تو اس سے بھی انتقام لیا جائے گا'' (مجالسِ حکیم الامت ص۹۲، ملفوظاتِ رمضان ۱۳۴۸ھ)

اس کے علاوہ حضرت نے کئی مقامات پر یہ بات واضح فرمائی ہے کہ کسی ضرورت کے بغیر حُکام کی علی الاعلان اہانت شرعاً پسندیدہ بھی نہیں ہے، فرماتے ہیں:

''سلاطینِ اسلام کی علی الاعلان اہانت میں ضرر ہے جمہور کا، ہیبت نکلنے سے فتن پھیلتے ہیں، اس لئے سلاطینِ اسلام کا احترام کرنا چاہئے'' (انفاسِ عیسیٰ ص ۳۶۹ ج ۱، باب ۴)

(ماخوذ از حکیم الامت کے سیاسی افکار ص ۶۱، ۶۲)

ایک اور وعظ میں حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں:

''بعض لوگ بعض مصائب سے تنگ ہوکر حُکّامِ وقت کو بُرا بھلا کہتے ہیں، یہ بھی علامت ہے بے صبری کی، اور پسندیدہ تدبیر نہیں، اور حدیث شریف میں اس کی ممانعت بھی آئی ہے، فرماتے ہیں ''لا تسبوا الملوک'' یعنی بادشاہوں کو بُرا مت کہو، ان کے قلوب میرے قبضے میں ہیں، میری اطاعت کرو میں ان کے دلوں کو تم پر نرم کردوں گا'' (وعظ الصبر ص ۳۶، ماخوذ از اصلاح المسلمین ص ۵۲۲)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی لکھتے ہیں:

''بہر صورت حُکّام کو بلاضرورت بُرا کہنے کو مشغلہ بنالینا شرعاً پسندیدہ نہیں ہے، اگر وہ اتنے بُرے ہوں کہ ان کے خلاف خروج (بغاوت) جائز ہو تو پھر شرعی احکام کے مطابق خروج کیا جائے (جس کی کچھ تفصیل ان شاء اللہ آگے آرہی ہے) لیکن بدگوئی کو شیوہ بنانے سے منع

کیا گیا ہے، غیبت کے نقصان کے علاوہ حضرت حکیم الامت نے اس بدگوئی کے ایک اور نقصان کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے اور وہ یہ کہ حکومت کی فی الجملہ ہیبت امن وامان کے قیام کے لئے ضروری ہے اور جب یہ ہیبت دلوں سے اُٹھ جائے تو اس کا لازمی نتیجہ مجرموں کی بے باکی کی صورت میں نکلتا ہے، ملک میں بدامنی پھیلتی ہے اور اس کا نقصان پوری قوم کو بُھگتنا پڑتا ہے'' (حکیم الامت کے سیاسی افکار ص۶۴، ۶۵)

اس کے علاوہ حکمرانوں کی عوام کے سامنے خواہ مخواہ عیب جوئی وعیب گوئی کرنے سے حکمرانوں کی طرف سے عداوت پیدا ہو جاتی ہے جس کے نتائج انتہائی خطرناک نکلتے ہیں، چنانچہ حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عیب گوئی اور عیب جوئی کی ایک خرابی اور مضرت یہ ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ جس شخص کی برائی کی جارہی ہے اس کو خبر نہ ہو، اور خبر ہونے کے بعد بہت دشوار ہے کہ وہ تم کو برا نہ کہے اور پھر یہ بھی ممکن نہیں کہ اس کے کہنے کی تم کو خبر نہ ہو اور اس تمام الٹ پھیر کا نتیجہ یہ ہے کہ آپس میں عداوتیں بڑھیں اور دشمنیاں قائم ہوں اور پھر یہ عداوتیں بعض اوقات ایک زمانہ تک چلتی ہیں اور ان کی بناء محض ذراسی بات کہ اس نے ہم کو یوں کہہ دیا تھا، حالانکہ اگر کہہ بھی دیا ہو تو کیا عزت میں فرق آ گیا (دعواتِ عبدیت ج۲ ص۹۵، ماخوذ از تحفۃ العلماء ج۱ ص۱۵۱)

تقریباً ہر نبی کو دشمنوں اور ظالم وجابر حکمرانوں سے واسطہ پڑا ہے مگر دیکھ لیجئے کہ انہوں نے اپنے اپنے دور کے ظالم وجابر حکمرانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا اور کس طرح پیش آئے۔

علمائے حق انبیائے کرام کے وارث ہیں، انہیں اس وراثت وامانت کو صحیح صحیح طرح نبھانا اور پورا کرنا چاہئے جو علماء ہمیشہ اپنا موضوعِ سخن حکمرانوں کی عیب جوئی اور عیب گوئی کو بنائے رکھتے ہیں اور زبان کو بے لگام طریقہ پر استعمال کرتے ہیں، انہیں اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کرنی چاہئے۔

بعض علماء کے چھچھورے انداز اور غیر مہذب رویہ کے نتائج وعواقب کا بسا اوقات دنیا میں دوسرے علماء کو بھی سامنا کرنا پڑتا ہے اور علماءِ حق کے سارے طبقہ پر اس کے اثراتِ بد پڑتے ہیں، جس کے نتیجے میں دین کا کام سکون واطمینان کے ساتھ کرنے کی فضا متأثر ہوتی ہے۔

Idara Ghufran

علم کے مینار طارق محمود صاحب

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

مورخِ اسلام ابوالحسن علی المسعودیؒ

اسلامی عروج واقبال کے زمانہ میں جو عرب مورخین گزرے ہیں ان میں چوتھی صدی ہجری میں المسعودی کا نام بہت ممتاز ہے، بلکہ بعض خصوصیات وامتیازات کی بناء پر انہیں اپنے پیش رو ابنِ جریر طبری (جو عظیم مسلمان مورخ ومحقق ہیں) سے بھی زیادہ شہرت حاصل ہوئی، مسعودی جوانی کے آغاز سے ہی علوم کے سچے عاشق نکلے اور علوم وفنون کی مختلف اصناف میں تبحر وکمال حاصل کیا، عربوں کے مخصوص علوم فلسفہ، ادبیات، جغرافیہ اور تاریخ وغیرہ ہر علم وفن کے کوچہ کی سیر کی اور ہر دریا میں شناوری کر کے انمول موتیوں سے دامن بھرتے رہے اور اپنی تحقیقات واکتشافات اپنی یگانہ روزگار کتابوں میں رکھ کرامت کے دماغ کو نہال کرتے رہے، آپ نے یونانیوں اور رومیوں کی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا اور ایشیا کی تمام قوموں کے تاریخی حالات پر عبور حاصل کیا، اس کے علاوہ یہود ونصاریٰ، مجوس، بت پرست وغیرہ مختلف قوموں کے مذاہب اور عقائد کا بھی گہرا علم رکھتے تھے، اس وجہ سے بعد کی سب قوموں نے ان سب علوم وتاریخی معلومات میں مسعودی کو تبحر اور وسیع الاطلاع عالم تسلیم کیا ہے، آج مسعودی کی شہرت وتعارف صرف ''مروج الذہب'' وغیرہ ایک دو کتابوں کی مرہونِ منت ہے، حالانکہ مسعودی کی ''اخبار الزمان'' جو بہت ضخیم کتاب تھی، وہ امتوں اور ملتوں کی ایسی شہرہ آفاق تاریخ تھی جس نے پہلوں کے نقوش مندمل کر دیئے اور بعد والوں کے لئے تاریخ کا عظیم سرمایہ فراہم کیا، اس کے علاوہ بھی اس کی جو تصانیف ناپید ہو چکی ہیں وہ علم وتحقیق کی آبرو تھیں، مولانا شبلی مرحوم ''الفاروق'' کے دیباچے میں مسعودی کے متعلق بڑے پتے کی بات کہہ گئے ہیں کہ ان کی تمام تاریخی کتابیں ملتیں تو کسی اور کتاب کی حاجت نہ رہتی (یعنی اس دور کی تاریخ تک)

✵......ولادت

ابوالحسن علی بن حسین بن علی المسعودی حضور ﷺ کے مشہور وممتاز صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں، نویں صدی عیسوی کے آخری عشرہ میں بغداد میں پیدائش ہوئی، تاریخ کی کتب میں صحیح تاریخِ پیدائش محفوظ نہیں پائی جاتی۔

✵......المسعودی کی سیر و سیاحت

۹۱۵ء میں المسعودی نے فرس کا سفر اختیار کیا اور استخار میں ایک سال قیام کرنے کے بعد بغداد سے ہوتے ہوئے ہندوستان روانہ ہوئے، جہاں ملتان اور منصورہ کا دورہ کیا [۱]، اور پھر واپس فرس آ گئے،

فرس سے کرمان کی ٹھانی اور کرمان سے واپسی پر دوبارہ ہندوستان پہنچے، ۹۱۸ء میں المسعودی نے گجرات کا دورہ کیا، جہاں پر دو ہزار سے زائد عرب مسلمان ''شمور'' کی بندرگاہ پر آباد ہو گئے تھے، اس کے بعد رختِ سفر حیدرآباد دکن، لنکا، چینی ہند اور چین کی طرف باندھا اور مدغاسکر، زنجبار اور عمان سے ہوتے ہوئے بصرہ پہنچ گئے، یہاں پر بصرہ کے تعارف پر اپنی تفصیلی کتاب ''مروج الذہب'' مکمل کی، بصرہ سے وہ شام پہنچے جہاں اپنی دوسری ضخیم کتاب ''مروج الزمان'' جو کہ ۳۰ جزء پر مشتمل ہے لکھی۔

اس کے بڑے بڑے سفروں کے دعووں کے متعلق (مثلاً چین اور مدغاسکر کے سفر) کے بارے میں کچھ شک وشبہ کا اظہار کیا گیا ہے، لیکن صحیح صورتحال یہ ہے کہ اس کی کئی کتابوں کے ضائع ہو جانے کی وجہ سے اس بات کی صحیح تحقیق ممکن نہیں۔

✵......علمِ تاریخ میں مقام

المسعودی کا شمار تاریخ کے مستند مورخین میں ہوتا ہے، تاریخی واقعات کا تنقیدی جائزہ پیش کرتے ہوئے انہوں نے تاریخ کے فن میں جائزہ یا تجزیہ (Analysis) سوچ وچار اور تنقید کے عناصر کے شامل کر کے ایک اچھی تبدیلی کی ابتداء کی، اور اس تبدیلی کو بعد میں ابنِ خلدون نے مزید پروان چڑھایا، اس کے علاوہ بھی المسعودی قوموں کے عروج وزوال پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔

المسعودی کے سائنسی وعلمی کارنامے

سائنسی اور تجزیاتی نقطۂ نظر سے اس نے ۹۵۵ء کے زلزلے کے اسباب، بحرِ احمر کے پانی کے متعلق بحث مباحثہ اور زمینی سائنس کے مسائل کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا، المسعودی پہلے مصنف ہیں جنہوں نے ہوا سے چلنے والی چکی (Windmills) کا ذکر کیا ہے، جو بجستان کے مسلمانوں نے سب سے پہلے ایجاد کی تھی، المسعودی کی تحقیقات اور نظریات نے وسیع پیمانہ پر فنِ تاریخ نویسی (Historiography)

---

[۱] منصورہ اس زمانے میں ایک شہرت یافتہ شہر تھا اور سندھ کی مسلم سلطنت کا دارالخلافہ تھا، منصورہ کے اردگرد نومسلموں کی بہت سی آبادیاں اور قصبے تھے۔

Iqra Ghufran

جغرافیہ اور زمینی سائنسز کو کئی صدیوں تک متأثر کیا۔

✳......المسعودی کی تصانیف

۞''مروج الذہب''اس میں المسعودی نے دلکش پیرائے میں مختلف ممالک ،قوموں اور مختلف علاقوں کی آب وہوا کے تجربے بیان کئے ہیں،اور یہودیوں،ایرانیوں،ہندوستانیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اپنے میل ملاپ کی سرگزشت بیان کی،اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے ۞''مروج الزمان'' یہ تیس حصوں پر مشتمل ہے المسعودی نے اس کتاب میں ان ممالک کا تفصیلی جغرافیہ اور تاریخ بیان کی ہے جن کو انہوں نے سفر کے دوران دیکھا ۞''کتاب الاوسط'' یہ دراصل ''مروج الزمان'' کا تکملہ ہے،جس میں واقعات کو ترتیب وار تالیف کیا ہے ۞''کتاب التنبیہ والاشراف'' یہ المسعودی کی زندگی کی آخری تصنیف ہے،جس میں اپنی عملی زندگی اور تصانیف کا خلاصہ بیان کیا ہے،اور اس کے آخر میں ایک ''اغلاط نامہ''(Errata) بھی شامل کیا ہے ۞المعادین والجواہر ۞الاخبار المسعودیات ۞المقالات فی اصول الدیانات ۞ذخائر العلوم وما کان فی سالف الدہر ۞خزائن الملک وسر العالمین ۞حدائق الاذھان فی اخبار بیت النبی ﷺ ۞الامانۃ فی اصول الدیانۃ ۞الاستذکار لما مر فی سالف الاعصار ۞اخبار الزمان ومن اباده الحدثان ۞اخبار الخوارج ۞البیان فی اسماء الائمہ۔

تاہم بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ ٣٤ میں سے جن کا ذکر المسعودی نے خود اپنی زندگی کی آخری تصنیف ''کتاب التنبیہ والاشراف'' میں کیا ہے صرف تین کتابیں (کتاب التنبیہ کے علاوہ) دستیاب ہوسکی ہیں۔

✳......وفات

المسعودی کی وفات ٩٥٧ء بمطابق ٣٤٦ھ مصر میں ہوئی۔

تذکرۂ اولیاء جناب عبدالسلام صاحب

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

محبوبِ سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (قسط ۱)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی ولادت ۴۷۰ھ میں ایران کے صوبہ گیلان میں ہوئی (گیلان کا عربی تلفظ جیلان ہے اور جیلانی وطن کی نسبت سے ہی کہلاتے ہیں) آپ سادات حسنی (یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیّدوں) میں سے تھے، دس واسطوں سے آپ کا شجرۂ نسب حضرت حسن ابنِ علی رضی اللہ عنہما سے جاملتا ہے، ۱۸/سال کی عمر میں آپ مرکزِ اسلام بغداد تشریف لائے ،حسنِ اتفاق کہئے یا رشد وہدایت کے غیبی نظام کا ظہور کہ اس سال امام غزالی رحمہ اللہ مدرسہ نظامیہ کے سلسلہ درس وافتاء اور مسند رشد واصلاح کو الوداع کہہ کر اور خلقِ خدا سے منہ موڑ کر اور انسانی آبادیوں سے کنارہ کش ہوکر تلاشِ حق اور ایمان ویقین کے مرتبہ کمال کے حصول کے لئے بغداد سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔اس طرح ایک جلیل القدر امام سے جب عارضی طور پر دار السلام بغداد محروم ہوا تو دوسرے جلیل القدر مصلح وامام کا جس سے آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے اصلاحِ خلق اور اسلام کی اشاعت وحفاظت کے بڑے کام لینے تھے بغداد میں ورودِ مسعود ہوا، بغداد میں آپ پورے دل وجان سے تحصیل وتکمیلِ علوم میں مصروف ہوگئے، بغداد علوم وفنون کا گہوارہ اور اصحابِ کمال کا مستقر تھا، آپ نے یہاں ہر علم وفن کو اس کے باکمال ماہرین سے حاصل کیا، اوران علوم میں رسوخ وتبحر حاصل کیا، ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد باطنی مقامات طے کرتے ہوئے طریقت وتصوف کی طرف متوجہ ہوئے۔

شیخ وقت ابوالخیر حماد بن مسلم الدباسؒ سے سلوک وتصوف اور طریقت وتزکیۂ نفس میں اصلاح حاصل کی اور قاضی ابوسعید مخرمی سے تکمیل کر کے اجازت وخلافت حاصل کی ،ظاہری وباطنی تکمیل کے بعد اصلاح وارشاد کی طرف متوجہ ہوئے ،مسند درس اور مسندِ ارشاد دونوں کو بیک وقت زینت بخشی، اپنے شیخ ابوسعید مخرمی کے مدرسہ میں تدریس اور وعظ کا سلسلہ شروع کیا، بہت جلد لوگوں کا آپ کی مجالس کی طرف رجوع عام ہوا، سارا بغداد آپ کی مجالس وعظ وارشاد پر ٹوٹ پڑا، اللہ تعالیٰ نے ایسی وجاہت اور قبولیت عامہ عطا فرمائی کہ بڑے بڑے بادشاہوں کو نصیب نہیں ہوئی، شیخ ابنِ قدامہ صاحبِ ’’المغنی‘‘ کے بقول ’’میں

نے کسی شخص کی آپ سے بڑھ کر دین کی وجہ سے تعظیم ہوتے نہیں دیکھی، بادشاہ اور وزراء آپ کی مجالس میں نیاز مندانہ حاضر ہوتے اور ادب سے بیٹھ جاتے، آپ کی مجلس میں استفادہ کے لئے شریک ہونے والے علماء وفقہاء کا بھی کچھ شمار نہ تھا، ایک ایک مجلس میں لکھنے کے لئے چار چار سو دواتیں شمار کی گئی ہیں، جو آپ کے ارشادات ومواعظ قلمبند کرنے کے لئے لائی جاتیں۔

شیخ عبدالوھاب شعرانی نے طبقات الکبریٰ میں آپ کے حسن اخلاق، علوِ حوصلہ، تواضع وانکساری، سخاوت وایثار کی نہایت بلند الفاظ میں تعریف وتوصیف فرمائی ہے، حافظ شبیلی نے ''قلائد الجواہر'' میں بایں الفاظ آپ کو دادِ تحسین دی ہے:

''کان مجاب الدعوۃ سریع الدمعۃ دائم الذکر کثیر الفکر، رقیق القلب، دائم البشر، کریم النفس، سخی الید، غزیر العلم، شریف الاخلاق، طیب الاعراق، مع قدم راسخ فی العبادۃ والاجتھاد''

ترجمہ: ''آپ مستجاب الدعوات تھے، کوئی عبرت کی بات ہوتی تو جلدی آنکھیں ڈبڈبا جاتیں، ذکر وفکر کی دائمی حالت آپ پر طاری رہتی، بڑے نرم دل تھے، خندہ پیشانی اور بشاشت سے متصف تھے، کریم النفس، فراخ دست، وسیع العلم، بلند اخلاق، عالی نسب تھے، عبادت و ریاضت میں بہت بلند پایہ تھے۔

آپ کی ذات سے باتفاق مورخین بہت کثرت سے کرامات صادر ہوئیں، شیخ الاسلام عزالدین بن عبد السلام اور امام ابنِ تیمیہ رحمہم اللہ دونوں بزرگ یک زبان ہیں کہ شیخ کی کرامات حدِ تواتر کو پہنچ گئی ہیں (ذیل طبقات الحنابلہ لابن رجب)

ہر حسی اور مادی کرامت سے بڑی آپ کی یہ معنوی کرامت تھی کہ آپ مردہ وویران دلوں کی مسیحائی کرتے ہوئے انہیں ایمان واعمالِ صالحہ والی زندگی کی اُمنگوں سے بھر دیتے اور ایمان ویقین کے جذبے سے سرشار کردیتے۔

اور یہ درحقیقت نیابتِ نبوت اور وراثتِ رسالت کا بلند تر رتبہ ہے جس پر ہر زمانے میں خاص شان کے بزرگ ہی فائز کئے جاتے ہیں۔

یہ مرتبہ بلند ملا جسے مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار ورسن کہاں

یہ بزرگ اصلاح وارشادِ خلق کے لئے ہی درحقیقت بھیجے جاتے ہیں، انسانی نفسیات اور جبلّت کے تاریک ترین گوشوں تک ان کی نظر جاتی ہے اور اپنی معیاری سیرت واخلاق کو سامنے رکھ کر ربانی تائیدات کے بل بوتے پر معالجہ نفوس اور تداوی ارواح وقلوب اور طبابتِ اقوام وملل کے ایسے تیر بہدف نسخے کام میں لاتے ہیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے زمانے کا رخ بدل جاتا ہے اور معاشرہ میں سعادت مندی ونیک بختی پنپنے لگتی ہے۔شیخ نجم الدین اسحاق نے ایسے ہی بزرگوں کے مقام کا یوں نقشہ کھینچا ہے۔

علیم بادواء النفوس یسوسها بحکمته فعل الطبیب المجرب

یعنی جس طرح ایک حاذق طبیب (ماہر معالج) ہر طرح کی بیماریوں اور ان کے اسباب ونتائج کو جانتا ہے اور ہر عمر ومزاج کے مریضوں کا علاج کرتا ہے اور کمالِ فن اور فراست طبّیہ کی وجہ سے صرف چہرہ دیکھ کر یا نبض پر انگلیاں رکھ کر سب کچھ سمجھ لیتا ہے اسی طرح ملت اور افرادِ ملت کے تمام امراض جدیدہ ومزمنہ اور ظاہرہ ومخفیہ کا نبّاض ہونا اور انسان کی ذہنی ونفسی اور روحانی بیماریوں کو محض ایک فراست بھری نظر سے جانچ لینا اور ہر مریض کو اس کی حالت کے مطابق نسخہ دینا یہ انہی نفوسِ خاصہ کا مقام ہے۔

خود غنیۃ الطالبین میں آپ نے اس مقام کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے:

”هم حراس القلوب جواسیس الارواح الامناء علی السرائر والخفیات المطلعون علی ماضمرت بواطن العباد ونطوت علیه النیات“

ترجمہ:”وہ لوگوں کے دلوں کے نگران ونگہبان، روحوں کی جاسوسی کرنے والے، رازوں اور بھیدوں کے خزانچی، اور سینے کی چھپی ہوئی باتوں اور ارادوں کی خبر رکھنے والے لوگ ہیں“

چنانچہ آپ کا وجود انحطاط اور روحانی زوال کے اُس خاص دور میں چمنستان اسلام کے لئے بادِ بہاری تھا، جس نے اسلامیوں کے بجھے ہوئے دلوں میں نئی روح پھونک دی، اور عالمِ اسلام میں اسلام اور روحانیت کی ایک نئی لہر دوڑا دی، اور آپ کا فیض اسلامیوں سے گذر کر غیر مسلموں کو بھی نہال کر گیا، شیخ عمر کیسانی جلاء العینین میں لکھتے ہیں کہ کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں بکثرت یہودی وعیسائی اسلام قبول نہ کرتے ہوں، اور جرائم پیشہ اور مبتلاء کبائر لوگ توبہ تائب ہوکر صالح اسلامی زندگی میں داخل نہ ہوتے ہوں، اور فاسد الاعتقاد اور اہلِ بدعت اپنے عقیدوں کی خرابی اور خلافِ سنت اعمال سے توبہ نہ کرتے ہوں شیخ کے ایک معاصر بزرگ جبائی بیان فرماتے ہیں کہ شیخ نے خود مجھ سے فرمایا کہ میری تمنا ویرانیوں کی

طرف نکل جانے کی ہے کہ کسی کو مجھ سے اور مجھ کو کسی سے واسطہ اور تعلق نہ رہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا نفع منظور ہے، میرے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زائد یہود ونصاریٰ مسلمان ہوچکے ہیں، جرائم پیشہ اور عیار لوگوں میں سے ایک لاکھ سے زائد افراد توبہ کرچکے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔

آپ کے تذکرہ نگاروں نے اس طرح کے واقعات بکثرت لکھے ہیں جو بغداد میں عامۃ المسلمین اور ذمی کفار کی اصلاح اور ایمان کے سلسلے میں پیش آئے، آپ تزکیہ باطن اور نفوس کے اصلاح میں مشغول رہنے کے ساتھ ساتھ درس وتدریس، افتاء، تصحیح عقائد اور مذہب اہلِ سنت کی ترویج واشاعت سے غافل نہ تھے، عقائد اور فقہی مذہب میں آپ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے طریق پر تھے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ہاں توحید اور سنت کے احیاء اور اشاعت کا جو خاص ذوق ہے آپ کی ذات سے اس کو بڑی تقویت وتائید حاصل ہوگئی اور اس کے مقابلے میں اعتقادی وعملی بدعات کے دھندے مٹتے چلے گئے (جاری ہے)

مختلف گاہکوں کو مختلف قیمتوں پر مال فروخت کرنا

سوال:...... دوکانداروں کے پاس صبح سے شام تک مختلف قسم کے گاہک آتے ہیں اور ایک ہی دن میں ایک ہی چیز خریدنے کے لئے بھی کئی گاہک مختلف اوقات میں آجاتے ہیں، اب ظاہر ہے کہ ہر گاہک ایک ہی قیمت پر چیز خریدنے کے لیے تیار نہیں ہوتا بعض گاہک سودے بازی کرکے چیز کم کی لیتے ہیں، بعض کم نہیں کراتے، جو قیمت بتائی اسی پر چیز خرید لیتے ہیں، اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوکاندار شروع سے ہی قیمت کسی کو کچھ بتاتا ہے اور کسی کو کچھ، اس طرح بھی مختلف قیمتوں میں ایک ہی چیز کی خرید وفروخت ہوجاتی ہے کیا ایسا کرنے کی وجہ سے ہم گناہگار تو نہیں ہوتے؟

جواب:...... سارے گاہکوں کو ایک ہی قیمت پر مال فروخت کرنا ضروری نہیں، کسی کے ساتھ رعایت بھی کرسکتے ہیں اور رعایت کرنے کی صورت میں زیادہ رعایت بھی کرسکتے ہیں اور تھوڑی بھی اور اگر رعایت نہ کریں بلکہ جتنی قیمت بتلائی ہے اسی پر فروخت کریں، تب بھی کوئی گناہ نہیں۔ البتہ ہر مرحلہ پر فروخت کرنے والے کو یہ بات ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ دھوکہ دہی اور غلط بیانی کرکے منافع خوری میں مبتلا نہ ہو اور کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اس سے عام بازاری قیمت سے زیادہ وصول کرنے سے پرہیز کرے۔

(کذا فی آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۶ ص ۳۱) فقط۔ واللہ اعلم۔ محمد رضوان، ۱۶/رجب المرجب، ۱۴۲۶ھ

پیارے بچو! محمد رضوان صاحب

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

بچّو، لڑائی جھگڑے سے بچو

پیارے بچو! آپس کا لڑائی جھگڑا بہت بری چیز ہے، لڑائی جھگڑے کی وجہ سے آپس میں دشمنی پیدا ہو جاتی ہے لڑائی جھگڑا کرنے والے انسان سے دوسرے لوگ نفرت کرتے ہیں، اور اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، لڑنے جھگڑنے والے انسان کے دنیا میں دوست کم اور دشمن زیادہ ہوتے ہیں، اور ایسے انسان کی مصیبت اور پریشانی کے وقت ساتھ دینے والے بھی بہت تھوڑے ہوتے ہیں، لڑنے جھگڑنے والا انسان پریشانی اور مصیبت کے وقت بے یارومددگار رہتا ہے، جو بچے بچپن میں لڑنے جھگڑنے کے عادی ہوتے ہیں وہ بڑے ہونے کے بعد بھی اس بیماری کا شکار رہتے ہیں۔

اور جو انسان دوسروں کے ساتھ محبت، پیار کے ساتھ زندگی گذارتا ہے اس کے ساتھ محبت پیار کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں اور ایسے انسان پر اگر کوئی پریشانی یا مصیبت آجائے تو بہت سارے مددگار نکل آتے ہیں اور اس کے مسئلے حل کرانے میں اس کی مدد کرتے ہیں۔

اس لئے تمہیں چاہیئے کہ دوسروں کے ساتھ اچھے انداز میں پیش آؤ، بات بات پر لڑو جھگڑو نہیں، اگر کسی دوسرے کی طرف سے کوئی ایسی بات سامنے آئے جو تمہیں پسند نہ ہو تو بھی برداشت کرو، اور ایسے وقت غصہ پر قابو رکھو، خواہ مخواہ آپے سے باہر نہ ہو جاؤ۔

بچو! غصہ کا ایک علاج یہ ہے کہ جب کسی دوسرے انسان پر آپ کو غصہ آئے تو اس کی اچھی باتوں کو سوچو اور اپنی بری باتوں کو یاد کرو، اور ایسے وقت اپنے آپ سے بات کرتے ہوئے کہو کہ اگر دوسرے نے کوئی غلط کام کر دیا ہے یا بری بات کہہ دی ہے تو میں بھی تو بہت سے غلط کام کرتا ہوں اور بہت سی بری باتیں دوسروں کو کہتا ہوں، جب تم ایسا کرو گے اور غصہ آنے کے وقت اپنی برائیوں کو سوچو گے اور دوسرے کی اچھائیوں کو یاد کرو گے تو فوراً غصہ ٹھنڈا ہونا شروع ہو جائے گا، اور لڑائی جھگڑے سے بچ جاؤ گے۔ اور اگر ایسا نہ کرو گے تو ذرا ذرا سی بات پر بلاوجہ لڑائی جھگڑا ہو جائے گا، اور گالی گلوچ زبان سے نکلنا شروع ہو جائیں گی، جس کی وجہ سے تمہاری زبان گندی اور ناپاک ہو جائے گی، اور ہو سکتا ہے کہ مار پیٹ کی بھی

Idara Ghufran

نوبت آ جائے اور پھر چوٹ وغیرہ لگ جائے اور اگر تم نے کسی وقت کسی دوسرے کو مار پیٹ دیا اور خود بچ کر نکل گئے تو یہ مت بھولو کہ انسان ایک وقت کا غصہ دوسرے وقت نکال لیتا ہے، ہوسکتا ہے کہ کسی دوسرے وقت اسی دوسرے کا تمہارے اوپر قابو چل جائے اور پھر وہ خوب تمہاری پٹائی کرے، اور پرانی دشمنی کی خوب بھڑاس نکالے۔

بچو! یاد رکھو کہ کبھی بھی وقت ایک طرح کا نہیں ہوتا، حالات وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں، آج اگر تم طاقت ور ہو اور دوسرا کمزور ہے تو ہوسکتا ہے کہ آنے والے کسی وقت میں دوسرا طاقت ور ہو جائے اور تم کمزور ہو جاؤ، اور جس طرح آج تم دوسرے کو دبا رہے ہو اور دوسرے پر خوب غصہ کر رہے ہو، پھر دوسرا بھی تمہارے ساتھ یہی کام کرے، پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ برائی کا نتیجہ برا ہی نکلا کرتا ہے۔

کسی دوسرے کے سات برا سلوک کر کے اس سے اچھائی اور بھلائی کی توقع اور امید رکھنا بے وقوفی ہے، عقلمندی یہ ہے کہ برائی کا نتیجہ بُرا، اور اچھائی کا نتیجہ اچھا سمجھو، اگر تم عقلمندی سے کام لو گے تو آنے والے وقت میں تم آرام اور مزے سے رہو گے اور اگر نتیجہ کو بھول گئے اور غصہ میں جو کچھ دل میں آیا وہ سب کچھ کرتے چلے گئے تو یاد رکھو کہ آنے والا وقت تمہارا ساتھ نہیں دے گا اور پھر تم پچھتاؤ گے اور اپنے پرانے زمانے کو یاد کرو گے۔

بچو! لڑائی جھگڑے سے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جب تمہیں کسی دوسرے کے اوپر غصہ آئے اور لڑائی کو دل چاہے تو تم وہاں سے الگ ہو جاؤ اور اس جگہ سے ہٹ جاؤ اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جاؤ، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ غصہ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی اور تم کسی بڑی آفت اور مصیبت سے بچ جاؤ گے۔

یہ بات یاد رکھو کہ غصہ کے وقت انسان بے وقوفوں والے کام کرتا ہے، غصہ کی وجہ سے انسان کی عقل صحیح کام نہیں کر رہی ہوتی، اس لئے غصہ میں آ کر جو کام کیا جاتا ہے وہ غلط اور ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔

بچو! لڑائی جھگڑے سے بچنے کا ایک اور بھی طریقہ ہے جو ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ نے بتلایا ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ جب غصہ آئے تو پانی پی لو، ٹھنڈے پانی سے ہاتھ منہ دھولو، اور اگر تمہیں وضو کرنا آتا ہے تو وضو کر لو۔ اس کی وجہ سے بھی غصہ کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ غصہ شیطان کی طرف سے آتا ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور پانی سے آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے، تم اگر اس طریقہ پر عمل کر کے دیکھو گے تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ ہمارے نبی ﷺ نے بالکل سچی بات بتلائی ہے۔

بچو! ہمارے نبی ﷺ نے غصہ کے نقصان اور لڑائی جھگڑے سے بچنے کا ایک اور بہت ہی بہترین طریقہ بتلایا ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ جب کسی وقت غصہ آئے اور لڑائی جھگڑا ہونے والا ہو تو اگر تم کھڑے ہوئے ہو تو فوراً تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جاؤ اور اگر بیٹھے ہوئے ہو تو تھوڑی دیر کے لئے لیٹ جاؤ یا پیچھے کسی چیز سے سہارا اور ٹیک لگالو، اس طرح کرنے سے غصہ بھاگ جائے گا یا کم تو ضرور ہو جائے گا اور تم غصہ کے نقصان سے بچ جاؤ گے۔

بچو! یہ سب باتیں اس لئے بتلائی جارہی ہیں تاکہ تم دنیا میں ایک اچھے اور شریف انسان بن جاؤ، دنیا کے لوگ تم سے محبت کرنے لگیں، اور تمہاری عزت کرنے لگیں، اور تمہاری دنیا کی زندگی میں سکون اور آرام مِل جائے اور جب تم ان باتوں پر عمل کرو گے تو امید ہے کہ دنیا سے جانے کے بعد قبر میں بھی میٹھی نیند سوؤ گے اور قبر سے نکلنے کے بعد بھی ہمیشہ ہمیشہ تم سکون کے ساتھ جنت میں رہو گے اور وہاں تمہیں اللہ میاں کی طرف سے طرح طرح کی نعمتیں اور عیش و آرام کی چیزیں ملیں گی۔

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۵۹ مکتوباتِ مسیح الامت)

☒ **عرض**: حضرت نے بندہ سے دریافت فرمایا ہے کہ کیا حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوں الحمدللہ بندہ کا جواب اثبات میں ہے، حقیقتاً صدق دل سے عرض کر رہا ہوں کہ یہ نعمتِ عظمٰی مجھ بندہ حقیر و ناچیز کو محض اللہ کے فضل و کرم سے بلا استحقاق نصیب ہوگئی۔

✍ **ارشاد**: بندہ کو غایتِ سرور ہے کہ احقر کے پیر بھائی قیصر میں بندہ کا داخلہ ہوا۔

☒ **عرض**: لیکن افسوس۔ وائے قسمت کہ قدر نہ کی اور وقت غفلت میں گزار دیا۔

✍ **ارشاد**: اسی قدر ہی کی یہ قدر ہے کہ شغل بحق ہے۔

☒ **عرض**: چہ سود از رہبر کامل تہیدستانِ قسمت را۔ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را۔

✍ **ارشاد**: یہ سلوک کا سفر خضر ہی ہے۔ وصل بحق۔

☒ **عرض**: حضرت سے استدعا ہے کہ بندہ کے حق میں دعاء خیر کردیں اللہ تعالیٰ حضرت والا قدس سرہ کا فیض عطا فرمائے۔ آمین............احقر قیصر ناکارہ۔

✍ **ارشاد**: یہ ارمان مبارک۔ ثم آمین۔

بزمِ خواتین

محمد رضوان صاحب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

شادی کو سادی بنایئے (قسط۴)

......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو حضرت خولہ بیت حکیم رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول آپ نکاح کیوں نہیں فرمالیتے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا، کس سے؟ عرض کیا، آپ چاہیں تو کنواری سے فرمالیں اور چاہیں تو بیوہ سے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کنواری کون ہے اور بیوہ کون ہے؟ جواب دیا کنواری عائشہ جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں جو کہ آپ ﷺ کو مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں، اور بیوہ حضرت سودہ جو زمعہ کی بیٹی ہیں جو کہ آپ پر ایمان لا چکی ہیں اور آپ کی اتباع کرتی ہیں ، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ بہتر ہے آپ دونوں جگہ میرے نکاح کا پیغام لیجاؤ، چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اُمِّ رومان کو اس کی اطلاع دی جس پر انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آمد کے انتظار کا ذکر کیا، تھوڑی دیر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے، ان سے بھی حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے یہی ذکر کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضور ﷺ کا دینی بھائی ہوں اور عائشہ میری بیٹی ہونے کی وجہ حضور ﷺ کی بھتیجی ہے، کیا عائشہ سے آپ ﷺ کا نکاح ہو سکتا ہے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا) حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اس شبہ کا جواب لینے کے لئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور شبہ سامنے رکھا، جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہہ دو کہ تم اور میں دونوں صرف دینی بھائی ہیں (نہ کہ حقیقی) لہٰذا تمہاری بیٹی سے میرا نکاح ہو سکتا ہے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کا جواب اور فتویٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پہنچا دیا، اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کیا دیر تھی۔ آپ راضی ہو گئے اور حضور ﷺ کو بلوا کر آپ ﷺ کا نکاح حضرت عائشہ سے کر دیا۔ نکاح کے بعد حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان کے والد زمعہ سے گفتگو کر کے حضور ﷺ سے حضرت سودہ کا نکاح کر دیا اور رخصتی بھی ہو گئی (جس کا ذکر بعد میں آئے گا) لیکن نکاح کے وقت

کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بالغ نہیں ہوئی تھیں عمر بہت کم تھی اس لیے رخصتی ملتوی رہی جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کچھ بڑی ہوگئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ اپنی بیوی عائشہ کو گھر کیوں نہیں بلا لیتے؟

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اِس وقت میرے پاس مہر ادا کرنے کا انتظام نہیں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں (قرض کے طور پر) پیش کر دیتا ہوں، چنانچہ آپ ﷺ نے اس پیش کش کو قبول فرمالیا اور بیوی کے والد ہی سے قرض لیکر مہر ادا کر دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں کہ ان کی والدہ صاحبہ نے کو آواز دی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم بھی نہیں تھا کہ کیوں بلا رہی ہیں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والدہ کے پاس پہنچیں تو انہوں نے گھر کے دروازہ کے قریب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پانی سے سر اور منہ دھویا اور گھر کے اندر داخل کر دیا جہاں انصار کی بعض خواتین بیٹھی ہوئی تھیں انہوں نے فوراً کہا تمہارا آنا خیر و برکت اور نیک فال ہے اور اس کے بعد وہ خواتین کپڑے وغیرہ بدلوا کر الگ ہوگئیں اور رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ سے ملاقات فرمائی، یہ صبح چاشت کا وقت تھا (ماخوذ از سیرتِ سرورِ کونین ج ۲ ص ۲۶۴ تا ۲۶۹ ملخصاً تصنیف مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمہ اللہ)

غور کیجئے! کس سادگی سے نکاح اور رخصتی ہوگئی، نہ تو مہندی کی رسم ہوئی اور نہ ہی انگوٹھی پہنائی کی، نہ بارات کا کوئی ذکر ہے، نہ میلے ٹھیلے کا سماں ہے نہ موسیقی کا انتظام ہے، نہ آتش بازی، نہ تکلف اور آرائش کا کوئی ذکر ہے اور نہ سوٹ بوٹ اور جوڑے جوتے کا، نہ بری کا اہتمام ہے، نہ نیوتہ، نندرہ اور سلامی کا، نہ کوئی سہرا بندی ہے اور نہ ہی کوئی دودھ پلائی، نہ تو دلہن کو مایوں بٹھایا گیا، اور نہ بازار سے زیور اور کپڑے کوٹ خریدے گئے، غرضیکہ کسی بھی قسم کی کوئی رسم، فضول خرچی اور نمود و نمائش نہیں ہوتی دلہن کے گھر ہی میں زوجین ایک دوسرے سے مل گئے، پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ رخصتی کے لئے حضور ﷺ نے مہر کا انتظام نہ ہونے کو عذر سمجھا، نہ تو دھوم دھام سے ولیمہ کرنے اور دوسری فضول رسموں کا انتظام نہ ہونے کا کوئی ذکر فرمایا اور نہ ہی کسی عالیشان محل اور بنگلہ ہونے کا کوئی انتظار فرمایا۔ یہ نبیوں کے سردار، رحمۃ للعالمین، محبوبِ خدا، تاجدارِ مصطفیٰ کا نکاح ہے کوئی عام نکاح نہیں ہے۔

آج اول تو اس طرح سادگی سے نکاح کرنے والے باہمت اور باایمان لوگ ہی ڈھونڈنے سے کم ملتے ہیں اور اگر کوئی اسطرح سادگی سے نکاح بھی کرلے تو حضور ﷺ کے نام کا کلمہ پڑھنے والے ہی ایسے شخص کو

نکما اور نکھٹو وغیرہ نہ جانے کیا کیا القاب سے نوازیں۔

آج نکاح کے وقت مہر کی ادائیگی کی تو فکر ہوتی نہیں لیکن دوسری سینکڑوں رسموں کی فکر سوار ہو جاتی ہے۔ کیا آج کے دور میں ایسی مثالیں آپ ﷺ کی امت میں پیش کی جاسکتی ہیں کہ مہر کی ادائیگی بھی دلہن کے والد سے قرض لیکر کی جائے، اگر کہیں ایسی نوبت آئے تو شاید اس حرکت کی وجہ سے نکاح کی منظوری ہی منسوخ نہ کرنی پڑ جائے اللہ تعالیٰ جہالت اور آپ ﷺ کی مخالفت سے محفوظ فرمائیں، یہ بھی یاد رہے کہ نکاح سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کو خواب میں دکھا دیا گیا تھا، گویا کہ من جانب اللہ اس نکاح کی طرف پہلے ہی اشارہ کر دیا گیا تھا، ایسے مبارک نکاح کے سادہ انداز کو اگر اختیار کیا جائے تو کتنی برکت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی کس قدر رضامندی حاصل ہوگی؟

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ خاتون ہیں جن پر منافقین نے جب بہتان لگایا تو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی براءت اور پاک دامنی کی شہادت دی اور یہ شہادت قرآن مجید میں آخرت تک تلاوت کا حصہ بن گئی، اگر آج کی خواتین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کو اختیار کریں تو اللہ تعالیٰ اسی طرح ان کی عزت و عصمت کی حفاظت فرمائیں۔

۞ ......حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت ﷺ کا نکاح کرانے میں حضرت خولہ بنتِ حکیم کی کوشش کو بڑا دخل ہے وہ پہلے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین کے پاس گئیں اور آخر انکی کوشش کامیاب ہوئی یعنی آنحضرت ﷺ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہو گیا، اس کے بعد حضرت سودہ کے پاس پہنچیں اور ان سے کہا کہ تمہیں خبر بھی ہے اللہ نے کس خیر برکت کا تمہارے ساتھ ارادہ فرمایا ہے؟ انہوں نے سوال کیا وہ کیا؟ حضرت خولہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ اس لئے بھیجا ہے کہ تمہیں آپ کی طرف سے نکاح کا پیغام دوں حضرت سودہ نے کہا کہ میرے والد سے اس کا تذکرہ کرو یہ سن حضرت خولہ رضی اللہ عنہا ان کے والد کے پاس پہنچیں اور ان کو سلام کیا انہوں نے پوچھا یہ سلام کرنے والی کون ہیں؟ جواب دیا حکیم کی بیٹی خولہ ہوں، پوچھا کیسے آنا ہوا؟ جواب دیا محمد بن عبداللہ ﷺ کا پیغام لے کر آئی ہوں کہ سودہ کا نکاح ان سے ہو جائے انہوں جواب دیا موقع اچھا ہے آدمی بہت مناسب ہیں مگر یہ بتاؤ کہ سودہ کی کیا رائے ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ سودہ راضی ہیں

انہوں نے کہا اچھا ذرا اسکو بلاؤ میں اس سے پوچھ لوں چنانچہ وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو بلا لائیں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد نے بیٹی سے دریافت کیا کہ اے بیٹا یہ کہتی ہے کہ محمد بن عبداللہ ﷺ نے تجھ سے نکاح کرنے کے لئے اپنا پیغام بھیجا ہے میرے نزدیک جگہ بہت مناسب ہے کیا تیری خوشی ہے کہ میں تیرا نکاح ان سے کردوں؟ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا جی ہاں میری تو رائے ہے یہ سن کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے کہا اچھا ان کو بلا لاؤ چنانچہ وہ آنحضور ﷺ کو بلا لائیں اور حضرت سودہ کے والد نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کردیا حضرت سودہ کے بھائی عبد بن زمعہ اس وقت موجود نہ تھے جب وہ گھر آئے اور اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اسے بہت بڑا واقعہ سمجھ کر سر پر خاک ڈال لی کہ یہ کیا غضب ہوگیا اس وقت وہ کافر تھے بعد میں جب اسلام قبول کیا تو اپنی اس نادانی پر بہت افسوس کیا کرتے تھے کہ میری بہن آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں اور میں نے اسے ایسا واقعہ سمجھا کہ رنج ظاہر کرنے کے لئے سر پر خاک ڈال لی۔

نکاح کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے دولت کدہ پر تشریف لے آئیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد نبوت کے گھرانہ کی دیکھ بھال ان کے سپرد ہوئی (ماخوذ از سیرتِ سرورِ کونین ج ۲ ص ۳۰۶ تا ۳۰۷ تصنیف مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمہ اللہ)

دیکھئے حضور ﷺ کا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح بھی کتنی سادگی سے بغیر کسی رسم ورواج کے ہوگیا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد نے خاموشی سے حضور ﷺ کو بلا کر خود ہی نکاح کردیا، یہاں تک کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کو بھی پہلے اطلاع نہ ہوئی نہ کسی بارات کا اہتمام ہوا، نہ کسی رسم اور تکلف اور نمود ونمائش کا، نہ شادی کارڈ تیار کر کے گھر گھر لوگوں کو اطلاع دی گئی اور نہ کئی کئی قسم کے کھانے تیار کرنے کے لئے رقم قرض لی گئی۔ کیا کوئی ہے جو آپ ﷺ کا امتی ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے آپ ﷺ (یعنی اپنے روحانی والد) اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا (یعنی اپنی روحانی والدہ) کی پیروی کرتے ہوئے سادگی کے ساتھ نکاح کے معاملہ کو انجام دے، اور ہر قسم کی فضولیات اور رسم ورواج سے اپنے آپ کو اور دوسروں کو بچائے۔

(جاری ہے............)

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

امام کا غلطی سے آہستہ یا بلند آواز سے قرائت شروع کردینا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

اگر کوئی امام نماز پڑھا رہا ہے اور اس نے بلند آواز سے قرائت کی جانے والی نمازوں (مثلاً فجر، مغرب، عشاء، عیدین، جمعہ، تراویح، رمضان میں وتر) میں آہستہ آواز سے سورۂ فاتحہ کی قرائت شروع کردی یا آہستہ آواز سے قرائت کی جانے والی نمازوں (مثلاً ظہر، عصر) میں بلند آواز سے سورہ فاتحہ کی قرائت شروع کردی، ابھی سورہ فاتحہ پوری نہیں پڑھی تھی بلکہ اس کی کچھ آیات پڑھیں تھیں اور کچھ پڑھنا باقی تھیں کہ کسی مقتدی کے لقمہ دینے سے یا خود بخود ہی توجہ ہوئی اور پھر (پہلی صورت میں) بلند آواز سے (اور دوسری صورت میں) آہستہ آواز سے قرائت شروع کی، لیکن دونوں صورتوں میں قصداً مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے دوبارہ سورہ فاتحہ کے شروع سے قرائت کی ابتداء کی اور نماز مکمل کی اور آخر میں سجدہ سہو بھی کرلیا، دونوں صورتوں میں بتلایا جائے کہ نماز درست ہوگئی یا کہ نہیں، اور واجبُ الاعادہ یا مکروہ وغیرہ تو نہیں ہوئی، اور امام سے ایسی غلطی ہوجانے پر کیا حکم ہے؟ مدلل ومفصّل حکم مطلوب ہے؟ ۱۴۲۶/۶/۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب:...... امام کے لئے جہری یعنی بلند آواز سے قرائت کی جانے والی نمازوں (فجر، مغرب، عشاء، عیدین، جمعہ، تراویح اور ماہِ رمضان میں وتر کی نماز) میں بلند آواز سے قرائت کرنا اور سری یعنی آہستہ آواز سے قرائت کی جانے والی نمازوں (یعنی ظہر، عصر) میں آہستہ آواز سے قرائت کرنا واجب ہے، اگر سہواً (بھولے سے) اس کے برعکس یعنی جہری نمازوں میں آہستہ اور سری نمازوں میں بلند آواز سے امام سورۂ فاتحہ کی قرائت کرنے لگے تو خواہ خود بخود یا کسی مقتدی کے متوجہ کرنے سے یاد آنے پر اصل حکم کے مطابق امام کو سورۂ فاتحہ نئے سرے سے پڑھنی چاہئے یا جہاں تک پڑھ چکا ہے اس سے آگے پڑھنی چاہئے اس بارے میں فقہ حنفی میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک اصل حکم کے برعکس پڑھی ہوئی آیات کو دوبارہ اصل حکم کے موافق پڑھنا واجب ہے اور بعض کے نزدیک پڑھی ہوئی آیات کا نہ لوٹانا اور آگے سے فاتحہ کو

اصل حکم کے موافق پڑھنا واجب ہے، زیادہ راجح یہ دوسرا قول ہے یعنی پہلے سے پڑھی ہوئی آیات کو لوٹانا نہیں چاہئے، بلکہ جہاں سے یاد آئے وہیں سے آگے اصل حکم کے موافق پڑھنا شروع کردے۔

رہی بات یہ کہ اگر کوئی امام لاعلمی کی وجہ سے ایسی صورت میں فاتحہ کو ابتداء سے اصل حکم کے مطابق (یعنی جہری نماز میں جہراً اور سری نماز میں سراً) پڑھنا شروع کردے تو قصداً تکرارِ فاتحہ کی وجہ سے یا (مذکورہ بالاحکم کی رُو سے) قصداً ترکِ واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوگی یا نہیں سو اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ جو حضرات علماء ایسی صورت میں فاتحہ کو لوٹانے کے قائل ہیں ان کے نزدیک تو نماز بالکل درست ہوگئی اور جو علماء اس کے قائل ہیں کہ لوٹانا درست نہیں بلکہ آگے سے پڑھنا ضروری ہے اُن کے نزدیک قصداً تکرارِ فاتحہ کی وجہ سے نماز مکروہ اور واجبُ الاعادہ ہوگی، لیکن اصل حکم کے برعکس پڑھی ہوئی آیات کو دوبارہ اصل حکم کے موافق پڑھنے کے قول کو بھی بعض حضرات نے راجح قرار دیا ہے اس لئے ایسی صورت میں نماز کا اعادہ لازم وضروری نہیں البتہ اگر اعادہ کرنے میں کوئی دشواری اور لوگوں میں تشویش وانتشار کا اندیشہ نہ ہو یا کوئی شخص اپنی حد تک نماز کا اعادہ کرلے تو افضل ہے تاکہ راجح تر قول کے موافق نماز کا وجوب ذمّے سے ساقط ہوجائے (ملاحظہ ہو: عمدۃ الفقہ ج۲ص ۳۷۰، امداد الفتاویٰ ج۱ص ۳۵۷ تا ص ۳۵۹، احسن الفتاویٰ ج۳ص ۸۴ وص ۸۵، فتاویٰ محمودیہ ج۲ص ۱۴۹، وص ۱۷۱، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج۴ص ۳۸۲، وص ۴۰۸)

(ولو جهر الامام فيما يخافت أو خافت فيما يجهر تلزمه سجدتاالسهو)لأن الجهر فى موضعه والمخافتة فى موضعهامن الواجبات واختلف الرواية فى المقدار والاصح قدر ماتجوز به الصلاة فى الفصلين لان اليسير من الجهر والإخفاء لايمكن الاحتراز عنه وعن الكثير ممكن وماتصح به الصلاة كثير غيرأن ذلک عنده آية واحدة وعندهما ثلاث آيات وهذا فى حق الامام دون المنفرد لأن الجهر والمخافتة من خصائص الجماعة(نصب الرأيه)......شرع منفردا فى صلاة جهرية فقرأ الفاتحة مخافة ثم اقتدىٰ به جماعة يجهر بالسورة ان قصد الامامة والا فلا اذالايلزمه مالم يلتزمه (كبيرى ص ۵۷۴،بحواله فتاوىٰ رحيميه ج۵ ص ۸۲) ۞وفى الخلاصة عن الاصل رجل يصلى وحده فجاء رجل واقتدىٰ به بعد ماقرأ الفاتحة أو بعضها يقرأ الفاتحة ثانيا ويجهراه يعنى اذا كانت الصلاة جهرية ولم يجهر المصلى ووجهه أ ان الجهر فيما بقى صارا واجبابالاقتداء والجمع بين الجهر والمخافتة فى ركعة واحدة شنيع(البحر الرائق ج ۱ ص ۳۳۶) ۞قال فى الدر:(ويجهر الامام)وجوبا بحسب الجماعة ،فان زاد عليه أساء ،ولوائتم به بعد الفاتحة أو بعضها سراأعادها جهرا،بحر لكن فى آخر شرح المنية ائتم به بعد الفاتحة ،يجهر بالسورة إن قصد الإمامة وإلا فلا يلزمه الجهر.........قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ:تحت (قوله أعادهاجهرا)لأن الجهر فيما بقى صارواجبا بالاقتداء،والجمع بين الجهر والمخافتة فى ركعة واحدة شنيع، بحر،ومفاده أنه لوائتم بعد قراء ة بعض السورة أنه يعيد الفاتحة والسورة،فليراجع ح (قوله لكن الخ)استدراک على قوله ولو ائتم به،وهذا قول آخر،وقد حكى القولين القهستانى حيث قال :إن الإمام لو خافت ببعض

الفاتحةأو كلها أو المنفرد ثم اقتدىٰ به رجل أعادها جهرا كما فى الخلاصة،وقيل لم يعد وجهر فيما بقى من بعض الفاتحة أو السوره كلهاأو بعضها كما فى المنية اه وعزا فى القنية القول الثانى إلى القاضى عبد الجبار وفتاوى السعدى،ولعل وجهه أن فيه التحرز عن تكرار الفاتحة فى ركعة وتأخير الواجب عن محله وهو موجب لسجود السهو فكان مكروها وهوأسهل من لزوم الجمع بين الجهر والإسرار فى ركعة على أن كون ذلك الجمع شنيعا غيرمطرد لما ذكره فى آخر شرح المنية ان الامام لو سها فخافت بالفاتحة فى الجهرية ثم تذكر يجهر بالسورة ولا يعيد،ولو خافت بآية او اكثر يتمها جهرا ولا يعيد وفى القهستانى ولا خلاف انه اذا جهر باكثر الفاتحة يتمها مخافتة كمافى الزاهدى اه أى فى الصلاة السرية وكون القول الاول نقله فى الخلاصة عن الاصل كما فى البحر،والاصل من كتب ظاهر الرواية لايلزم منه كون الثانى لم يذكر فى كتاب آخر من كتب ظاهر الرواية فدعوىٰ انه ضعيف رواية ودراية غيرمسلمة فافهم(شامى ج ۱ ص ۵۳۲) ۞قال العلامة الرافعى:تحت(قول الشامي ومفاده انه لو ائتم الخ)التعليل المذكور منظور فيه بانه باعادةالفاتحة جهرا ما زال الجمع المذكور موجودا فى ركعة واحدة الا ان يقال انه باعادتها جهرا صاراكأن ما وجد اولا لم يوجد فكانه لم يوجد الا الجهر فتأمل(قوله وهواسهل من لزوم الجمع)لعل الاولىٰ ابدال اسهل باشد مثلا حتى يظهر كون ماذكر وجها للقليل الثانى تأمل(قوله على ان كون ذلك الجمع شنيعاغير مطردالخ)قديقال ان مافى شرح المنية مبنى على الرواية الثانية وعلى الرواية الاولىٰ يعيد ويعلم من تعبير المنية عن الثانية بقيل ضعفها(تقريرات رافعى ملحق بالشامى ج ۱ ص ۶۵ ،فصل فى القراءة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد یونس،۱۶/ رجب المرجب/ ۱۴۲۶ھ،دارالافتاءوالاصلاح ادارہ غفران راولپنڈی

الجواب صحیح: محمد رضوان ۱۶/ ۷/ ۱۴۲۶ھ

کیا کسی غرض سے سرکاری کاغذوں میں جگہ نام کرانے سے ملکیت ثابت ہوجاتی ہے؟

سوال:...... اگرکوئی جائیداد، پراپرٹی وغیرہ میری ملکیت ہےاورمیں کسی قانونی مجبوری کی وجہ سے مثلاً ٹیکس وغیرہ کے معاملات کی غرض سے وہ پراپرٹی اپنے کسی بیٹے ، بیوی یا دوست وغیرہ کے سرکاری کاغذوں میں نام کرادوں جبکہ میری نیت اس کو باقاعدہ مالک بنانے کی نہ ہواور یہ بات اس دوسرے شخص کوبھی معلوم ہو،تو کیا صرف اتنی کارروائی سے وہ پراپرٹی میری ملکیت سے تونہیں نکلے گی؟

جواب:...... صرف سرکاری کاغذوں میں نام کرانے سے جبکہ دوسرے کو مالک بنانا مقصود نہ ہو بلکہ کوئی اورغرض ہووہ چیز آپ کی ملکیت سے نہیں نکلے گی اوردوسرے کی ملکیت میں داخل نہیں ہوگی ،لیکن کیونکہ سرکاری کاغذوں میں تو قانونی طور پردوسرا مالک بن جائے گا اور خدانخواستہ اسی دوران آپ کی وفات ہوگئی تو میراث وغیرہ کے بارے میں قانونی پیچیدگی پیدا ہوسکتی ہے،اورکسی وقت دوسرے کی نیت میں بگاڑ پیدا ہوگیا تب بھی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں،اس لئے ان خرابیوں سے بچنے کا بھی ساتھ ساتھ ممکنہ قانونی تحفظ کرلینا چاہیے۔فقط۔واللہ اعلم۔

محمد رضوان،۱۶/رجب،۱۴۲۶ھ دارالافتاءادارہ غفران راولپنڈی

کیا آپ جانتے ہیں؟ محمد رضوان صاحب

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

جیولری کے بعض کاروباری مسائل

سونے کی سونے کے بدلے میں خرید وفروخت

سوال:...... اگر سونے کی سونے کے بدلے میں خرید وفروخت کی جائے تو اس کے جائز ہونے کے لئے کیا کیا چیزیں ضروری ہیں؟

جواب:......جب سونے کی سونے کے ساتھ خرید وفروخت کی جائے (یعنی لین، دین میں دونوں طرف سونا ہو) تو اس خرید وفروخت کے جائز ہونے کے لئے دو باتوں کا پایا جانا ضروری ہے (۱)...... ایک تو یہ کہ دونوں طرف سے مقدار برابر ہو (یعنی جتنا سونا ایک طرف ہے اتنا ہی دوسری طرف ہو، ذرّہ برابر بھی کمی، بیشی نہ ہو) (۲)......اور دوسرے یہ کہ دونوں طرف سے لین، دین کی ادائیگی نقدا نقدی اور فورا فوری ہو (یعنی خرید وفروخت کی اسی نشست میں دونوں فریق اپنے اپنے مال پر قبضہ کر کے اپنی تحویل میں لے لیں، کسی طرف سے بھی کچھ ادھار باقی نہ رہے)

ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک بات کی بھی خلاف ورزی ہوگئی تو سود کا گناہ ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ جب خرید وفروخت میں دونوں طرف سونا ہو تو دونوں طرف کے مال کی مقدار کا برابر ہونا اور دونوں طرف سے نقد ادائیگی ضروری ہے۔

✪ اگر ایک طرف مال پرانا ہے اور دوسری طرف نیا ہے، یا ایک طرف کا معیاری اور اچھا ہے اور دوسری طرف کا غیر معیاری اور گھٹیا ہے، یا ایک طرف کا سونا خالص ہے اور دوسری طرف کھوٹ ملا ہوا ہے (جس سونے یا چاندی میں کھوٹ ملا ہوا ہو لیکن وہ کھوٹ مغلوب ہو یعنی کھوٹ کی مقدار سونے یا چاندی سے کم ہو تو اس کا حکم شرعاً خالص سونے یا چاندی کی طرح ہے)

یا ایک طرف کا سونا ڈھلا ہوا ہے اور دوسری طرف بغیر ڈھلا ہوا ہے، یا دونوں طرف کا مال ایک جیسے معیار کا ہے، ان تمام صورتوں میں بھی گزشتہ ذکر کی گئی دونوں باتوں کا لحاظ ضروری ہے۔

Idara Ghufran

✪ بعض لوگ سونے کی سونے کے ساتھ اس طرح خرید وفروخت کرتے ہیں کہ ایک طرف سے مال کی ادائیگی مکمل طور پر ابھی ہوجاتی ہے اور دوسری طرف سے پورا یا بعض حصہ ادھار کرلیا جاتا ہے، یا تھوڑی تھوڑی قسطوں میں ادائیگی ہوتی رہتی ہے، یہ صریح سود ہے جو کہ جائز نہیں۔

چاندی کی چاندی کے بدلے میں خرید وفروخت

سوال:...... اگر چاندی کے بدلے میں چاندی فروخت کی جائے تو اس کے جائز ہونے کے لئے کیا کیا چیزیں ضروری ہیں؟

جواب:...... اگر چاندی کی چاندی کے ساتھ خرید وفروخت کی جائے (یعنی لین، دین میں دونوں طرف چاندی ہو) تو اس خرید وفروخت کے جائز ہونے کے لئے بھی گزشتہ تمام صورتوں میں ان دونوں باتوں کا پایا جانا ضروری ہے جو سونے کی سونے کے ساتھ خرید وفروخت کے ضمن میں گزریں۔

دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جب خرید وفروخت میں دونوں طرف سے ایک ہی قسم کی چیز ہو یعنی یا تو دونوں طرف سونا ہو یا دونوں طرف چاندی ہو تو دونوں طرف کے مال کی مقدار کا برابر ہونا اور دونوں طرف سے نقد ادائیگی کا ہونا ضروری ہے

سونے چاندی کی ایک دوسرے کے بدلے میں خرید وفروخت

سوال:...... اگر سونے کی چاندی کے بدلے میں خرید وفروخت کی جائے تو اس کے جائز ہونے کے لئے کیا کیا چیزیں ضروری ہیں؟

جواب:...... اگر خرید وفروخت کرنے میں ایک طرف سونا ہے اور دوسری طرف چاندی ہے، یعنی سونے کی چاندی کے بدلے میں خرید وفروخت کرنا مقصود ہے تو شرعی نکتۂ نظر سے ضروری ہے کہ دونوں طرف سے ادائیگی نقدا نقدی ہوجائے کسی کی طرف بھی کچھ ادھار باقی نہ رہے، البتہ اس صورت میں وزن کی برابری ضروری نہیں، بلکہ اس کا معاملہ فریقین کی باہمی رضامندی پر موقوف ہے دونوں فریق سونے اور چاندی کی جتنی مقدار پر ایک دوسرے کی خرید وفروخت پر راضی ہوجائیں، جائز ہے۔

✪ اگر ایک طرف مال پرانا ہے اور دوسری طرف نیا ہے، یا ایک طرف کا معیاری اور اچھا ہے اور دوسری طرف کا غیر معیاری اور گھٹیا ہے، یا ایک طرف کا خالص ہے اور دوسری طرف کھوٹ ملا ہوا ہے، یا ایک

طرف کا مال ڈھلا ہوا ہے اور دوسری طرف بغیر ڈھلا ہوا ہے، یا دونوں طرف کا مال ایک جیسے معیار کا ہے، ان تمام صورتوں میں یہی حکم ہے جو ذکر کیا گیا۔

سونے/ چاندی کی روپیوں کے بدلے میں خرید وفروخت

سوال:...... اگر سونے یا چاندی کی روپیوں پیسوں کے بدلے میں خرید وفروخت کی جائے تو کیا نقد وادھار دونوں طرح خرید وفروخت جائز ہے؟

جواب:...... اگر سونے یا چاندی کی روپیوں، پیسوں کے ساتھ خرید وفروخت کی جائے تو نقد، اور ادھار دونوں طرح معاملہ کرنا جائز ہے، خواہ کسی قیمت پر بھی سودا کرلیا جائے (یعنی وہ قیمت مارکیٹ ریٹ کے اعتبار سے ہو یا اس سے کم یا زیادہ ہو) جب کہ یہ قیمت فریقین کی باہمی رضامندی سے طے کی گئی ہو اور کسی قسم کا دھوکہ شامل نہ ہو۔ لیکن یہاں ادھار خرید وفروخت کی صورت میں دو باتوں کا لحاظ ضروری ہے (۱) ایک یہ کہ قیمت اسی وقت پوری طرح مقرر و متعین ہو جائے، کسی قسم کا ابہام اور لچک باقی نہ رہے (۲) دوسرے یہ کہ ایک طرف سے کسی ایک چیز کی ادئیگی اسی وقت ہو جائے (یعنی یا تو فروخت کرنے والا رقم پر قبضہ کرلے یا سونا، چاندی خریدنے والا اپنے مال پر قبضہ کرلے، جس کی صورت یہ ہوگی کہ بیچنے والا قیمت پر قبضہ کرلے، سونا یا چاندی ادھار رہے، یا خریدار سونے یا چاندی پر قبضہ کرلے اور قیمت ادھار رہے۔

✪ بعض لوگ سونے چاندی کی اس طرح ادھار خرید وفروخت کرتے ہیں کہ خریدار اس دن کے مارکیٹ ریٹ کے اعتبار سے قیمت ادا کرے گا جو ادئیگی کے دن کا ریٹ ہوگا (خواہ اس دن کا ریٹ آج کے ریٹ سے کم ہو یا زیادہ) ایسا کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہاں قیمت پوری طرح متعین و مقرر نہیں کی گئی ہے بلکہ اس میں ابہام باقی رکھا گیا ہے۔

✪ بعض لوگ سونے چاندی کی اس طرح ادھار خرید وفروخت کرتے ہیں کہ اگر ادائیگی کے وقت قیمت یہی رہی جو آج ہے تو خیر! اور اگر قیمت بڑھ گئی تو پھر اس قیمت کے لحاظ سے رقم ادا کرنی ہوگی۔ یا اس طرح معاملہ کرتے ہیں کہ اگر ادائیگی کے دن مارکیٹ ریٹ آج کے مقابلہ میں کم ہوا تو اسی دن کے اعتبار سے قیمت ادا کی جائے گی اور اگر مارکیٹ ریٹ ادائیگی کے دن یہی رہا یا زیادہ ہو گیا تو پھر خیر! یہ دونوں صورتیں بھی جائز نہیں، کیونکہ یہاں بھی قیمت میں ابہام باقی ہے۔

✪ بعض لوگ سونے چاندی کی اس طرح ادھار خرید وفروخت کرتے ہیں کہ اگر قیمت مثلاً ایک ماہ بعد ادا کی گئی تو یہ قیمت ہوگی اوراس سے پہلے یا بعد میں ادا کی گئی تو اتنی قیمت دینا ہوگی (لیکن کسی ایک شق کو متعین نہیں کیا جاتا) یہ صورت بھی جائز نہیں، کیونکہ یہاں بھی قیمت میں ابہام باقی ہے۔

✪ بعض لوگ سونے چاندی کی اس طرح ادھار خرید وفروخت کرتے ہیں کہ کسی طرف سے بھی ادائیگی نہیں کی جاتی بلکہ دونوں طرف سے ادھار کرلیا جاتا ہے، صرف ہواؤں میں خرید وفروخت ہوجاتی ہے، یہ بھی جائز نہیں، کیونکہ یہاں کسی ایک طرف سے بھی ادائیگی نہیں پائی گئی۔

البتہ اگر مکمل خرید وفروخت کرنا مقصود نہ ہو بلکہ آئندہ کے لئے خرید وفروخت کرنے کا صرف ایک وعدہ ہو، مثلاً یہ کہ ہم آپ کو اس قیمت پر سونا یا چاندی فروخت کردیں گے اور ہماری آپ سے یہ زبان ہوگئی ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ درحقیقت خرید وفروخت کا وعدہ ہے، حقیقت میں خرید وفروخت نہیں۔

سونے چاندی کی روپیوں کے بدلے میں قسطوں پر خرید وفروخت

سوال:...... اگر سونے یا چاندی کی روپیوں پیسوں کے بدلے میں قسطوں پر خرید وفروخت کی جائے یعنی رقم یکمشت ادا کرنے کے بجائے تھوڑی تھوڑی قسطوں میں ادا کی جائے تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:...... سونے چاندی کی روپیوں، پیسوں کے بدلے میں ادھار خرید وفروخت جائز ہے (جیسا کہ پہلے گزر چکا) اور قسطوں پر خرید وفروخت بھی دراصل ادھار کی ایک قسم ہے، جس میں رقم کی ادائیگی یک مشت کے بجائے تھوڑی تھوڑی کر کے کی جاتی ہے۔ اگر یہ قسطوں پر خرید وفروخت درجِ ذیل شرائط کی پابندی کے ساتھ کی جائے تو جائز ہے۔

(۱) ایک یہ کہ خرید وفروخت کی نشست میں ہی باہمی رضامندی سے کوئی ایک قیمت مقرر اور طے کرلی جائے کوئی لچک اور ابہام باقی نہ رہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ تمام قسطیں متعین کرلی جائیں اور ادائیگی کی مدت بھی کوئی ایک مقرر ہوجائے۔

(۳) تیسرے یہ کہ اگر کسی وجہ سے خریدار متعینہ وقت پر کوئی قسط یا قیمت ادا نہ کرسکے تو اس پر کوئی مالی جرمانہ بھی نہ لگایا جائے اور اضافی تاوان نہ لیا جائے۔

اگر مندرجہ بالا شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے قسطوں پر خرید وفروخت کی جائے تو جائز ہے (اگرچہ قسطوں پر

طے شدہ قیمت نقد قیمت سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو) اور اگر کسی ایک شرط کی خلاف ورزی کی گئی تو پھر یہ معاملہ ناجائز ہوگا۔

✪ بعض قسطوں پر خرید وفروخت کی صورت میں اس طرح سودا کرتے ہیں کہ اگر خریدار نے مثلاً پانچ ماہ میں کل قسطیں ادا کردیں تو اتنی رقم ادا کرے گا اور اگر اس سے زیادہ میں ادائیگی کی گئی تو اتنی رقم مزید دینی لازم ہوگی، یہ طریقہ جائز نہیں ✪ بعض اوقات قسطوں پر خرید وفروخت اس طرح کی جاتی ہے کہ قسطوں کی ایک مدت مقرر ہوجاتی ہے اور تاخیر ہوجانے کی صورت میں مقررہ قیمت سے زیادہ رقم لازم نہیں کی جاتی لیکن مقررہ مدت سے پہلے ادائیگی کی صورت میں فروخت کرنے والا قیمت کا کچھ حصہ چھوڑنے یا کم قسطیں حاصل کرنے کا پابند ہوتا ہے، یہ صورت بھی جائز نہیں۔

سونے، چاندی کو بطور قرض لینا، دینا

سوال:...... سونے یا چاندی کا قرض لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:...... بعض اوقات سونے، چاندی کی خرید وفروخت مقصود نہیں ہوتی لیکن اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے کسی سے سونے یا چاندی کو بطور قرض لینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔اس معاملہ کو قرض کہا جاتا ہے، اس کو خرید وفروخت سمجھنا غلط ہے،اس سلسلہ میں شرعی مسئلہ یہ ہے کہ سونے چاندی کو بطور قرض کسی سے لینا جائز ہے مگر یہ ضروری ہے کہ قرض کی واپسی اسی طرح کے سونے، چاندی سے کی جائے، اس میں کمی زیادتی یا اچھے برے کی شرط لگانا جائز نہیں۔فقط۔واللہ اعلم

محمد رضوان ۱۸/ رجب/ ۱۴۲۶ھ 24 اگست 2005ء بروز بدھ

عبرت کدہ

محمد امجد حسین صاحب

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط ۶)

۲۲ھ عہدِ فاروقی میں حضرات صحابہؓ کرام ؓ تمام ایران (فارس، سلطنتِ کسریٰ) فتح کر کے فارس کی جنگوں سے فارغ ہوئے تو اگلا قدم اٹھاتے ہوئے مکراؔن، کرماؔن اور سیستاؔن تک پہنچ گئے، اور ان علاقوں کو وسیع اسلامی سلطنت کا حصہ بنایا، ان نومفتوحہ اسلامی مقبوضات کی سرحدیں ایک طرف ایران سے دوسری طرف سندھ سے ملتی تھیں، مکران پر سب سے پہلے حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ نے اپنی امارت کے زمانہ میں ربیع بن زیاد کی سرکردگی میں فوج بھیج کر اسے فتح کیا تھا لیکن اسلامی لشکر کامل اقتدار حاصل کیے بغیر واپس آ گیا اس طرح یہ علاقہ پھر خودمختار ہو گیا، کچھ عرصہ بعد عبداللہ بن عامر بن ربیع نے کرمان پر فوج کشی کر کے اسے فتح کر لیا، پھر سیستان کی طرف بڑھے، سیستان کے حاکم نے اطاعت قبول کر لی تو یہاں سے آگے بڑھ کر وہ مکران پر حملہ آور ہوئے، مکران والوں نے سندھ کے راجہ سے فوجی مدد کی درخواست کی ، سندھ کے راجہ نے فوجی کمک روانہ کی لیکن ابن عامر نے سندھی اور مکرانی دونوں فوجوں کو شکستِ فاش دے کر مکران کو زیرِ نگیں کر لیا، یہ پہلا موقعہ تھا کہ سندھیوں نے حکومتی سطح پر براہِ راست عربوں سے دشمنی مول لی۔ [۱]

---

[۱] یہ سندھی راجاؤں کی انتہائی ناعاقبت اندیشی تھی کہ انہوں نے نئی ابھرتی ہوئی اسلامی سلطنت سے ٹکر لینے کی حماقت کی، جس نے قلیل عرصہ میں ایک طرف وقت کی سپر پاور سلطنت کسریٰ کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اس کیانی سلطنت کی ہزار سالہ شوکت کو خاک میں ملا دیا تو دوسری طرف رومن ایمپائر کو ناکوں چنے چبوا کر قیصرِ روم کو لوہے کی لگام پہنائی، سندھ کے راجاؤں سے تو وہ جاٹ سیابچہ وغیرہ سندھی قبائل کے لوگ سمجھدار اور فرزانہ نکلے کہ جنہوں نے باوجود کسریٰ کی فوج میں شامل ہونے کے حالات کا رُخ دیکھ کر صحیح نتیجہ تک پہنچنے میں ذرا بھی دیر نہ لگائی اور اپنی دین و دنیا کو صاف بچا لے گئے، لیکن سندھی راج کو شاید اپنی طاقت پر ناز تھا جس کی وجہ سے مذکورہ واقعہ کے بعد بھی وہ اس طرح کی طفلانہ حرکتیں کرتے رہے جو اسلامی سلطنت کی ان سے بدگمانی اور ناگواری میں اضافہ کرتے رہے، اس سلسلہ کا آخری واقعہ سراندیپ سے آنے والے مسلمان قافلے کے جہاز کو لوٹنا اور بچوں اور خواتین کو قید کرنا تھا، یہ کام اگرچہ بحری قزاقوں نے کیا تھا لیکن اس کو وقت کے راج کی پشت پناہی حاصل تھی، جیسا کہ فتح سندھ کے بعد ان مسلمان قیدیوں کو ایک راجہ ہی لا کر پیش کرنے سے واضح ہے، اس واقعہ کے بعد پانی سر سے گذر گیا اور حجاج بن یوسف نے سندھ فتح کرنے کا حتمی ارادہ کر کے فوج کشی کی۔

Iqra Ghufran

ابنِ عامر فاتح تو بہت اچھا تھا لیکن ملکی انتظام میں وہ کمزور نکلا، چنانچہ اس کے واپس ہوتے ہی یہ مذکورہ نومفتوحہ علاقے پھر خود مختار ہوگئے، چنانچہ ۲۳ھ میں از سرنو ان علاقوں کا مستقل انتظام کیا گیا، سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ نے کرمان فتح کر کے اس کا انتظام سنبھالا عاصم بن عمر اور عبداللہ بن عمیر سیستان پہنچے، یہاں کے حاکم نے پھر خراج دینا قبول کرلیا، حکم بن عمر تغلبی مکران کی طرف بڑھے، مکران کے راجہ نے اب کے بار پھر سندھ کے راجہ سے مدد مانگی، سندھی راجہ ایک آزمودہ کار فوج لے کر خود میدانِ کارزار میں آدھمکا، ادھر تغلبی کی مدد کے لئے کرمان کے فاتح منتظمین سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ بھی فوجی کمک لے کر آپہنچے، اور شہاب بن مخارق بھی آملے، گھمسان کا رن پڑا، کشتوں کے پشتے لگ گئے، آخرکار مکران کا راجہ (نام اس کا رتبیل تھا) بھی جنگ میں کام آگیا، اس کے مرتے ہی سندھی ومکرانی فوج بڑی بے ترتیبی سے پسپا ہوئی، دریائے روین تک عربوں نے ان کا تعاقب کیا، ان فتوحات کے بعد تغلبی نے خمس (مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ) مرکزِ خلافت بھیجا۔

صحار عبدی مالِ غنیمت لے کر جب مدینہ منورہ پہنچے تو امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اللہ کا شکرادا کیا، صحار عبدی چونکہ یہ سارا علاقہ دیکھ آئے تھے اور فوجی کمانداں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریائے سندھ عبور کر کے سندھ کو پامال کرنے کی اجازت طلب کر رہے تھے اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحار عبدی سے اس خطہ کے حالات دریافت کئے صحار عبدی نے کہا:

> امیرالمومنین! وہاں پانی کی بے حد قلت ہے اور وہاں کے لوگ ڈاکو ہیں تھوڑی فوج جائے تو لوٹ لی جائے اور زیادہ فوج جائے تو پیاسی مرے۔ [۱]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ٹوکا کہ تم وہاں کے حالات بیان کرتے ہو یا شاعری کرتے ہو، انہوں نے یقین دہانی کرائی اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے منع فرمادیا، حالانکہ یہ مذکورہ صورتحال مکران (بلوچستان) کی تھی نہ کہ سندھ کی۔

---

[۱] ابنِ قتیبہ نے عیون الاخبار میں عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سند سے اس موقعہ پر یہ روایت نقل کی ہے ان عمر قال من یخبرنا عن قندابیل ؟فقال رجل یا امیرالمومنین ماؤھا وشل، ولصھا بطل، ان کان بھا الکثیر جاعوا وان کان بھا القلیل ضاعوا وقال عمر لایسألنی اللہ عن احد بعثتہٗ الیھا ابدا، لیکن بلاذری نے اس واقعہ اور سوال وجواب کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے اور راوی صحار عبدی کے بجائے حکیم بن جبلہ عبدی کو بتایا ہے کہ حاکمِ اعلیٰ عبداللہ بن عامر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم پر ان علاقوں کے حالات بتانے کے لئے ابنِ جبلہ کو دربارِ خلافت بھیجا۔

۲۴ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، ۲۵ھ میں آپ نے عبداللہ بن عامر کو سیستان روانہ کیا [۱] جہاں سے وہ کابل پر حملہ آور ہوئے کابل اس زمانہ میں سیستان کا ایک حصہ تھا [۲] سیستان اگرچہ عہدِ فاروقی میں خلافتِ اسلامیہ کے زیرِ نگین آ چکا تھا، لیکن کابل کے حاکم نے ابھی تک اطاعت قبول نہ کی تھی، ابن عامر نے کابل کے قلعہ کا سخت محاصرہ کیا، کابلیوں نے بھی خوب داد مردانگی دی لیکن آخرکار مغلوب ہوئے اور اطاعت قبول کر لی، لیکن عرب فوج کے واپس ہوتے ہی پھر باغی ہو گئے۔

۲۹ھ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی جگہ عبداللہ بن عامر تمام مشرقی ممالک کے حاکمِ اعلیٰ (گورنر) مقرر ہوئے، ابنِ عامر نے پایہ تخت بصرہ میں سنبھالتے ہی محسوس کیا کہ اکثر نومفتوحہ علاقوں میں باغیوں کا تسلط ہے، یہ امر ان کے لئے کافی حیرت انگیز اور افسوسناک تھا، لہٰذا انہوں نے عبداللہ بن عامر بن لیثی کو سیستان کا والی بنا کر روانہ کیا، انہوں نے سیستان پہنچتے ہی باغیوں اور سرکشوں کا قلع قمع کیا، اور کابل کے سارے مفتوحہ علاقوں میں امن وامان قائم کیا، دوسری طرف عبیداللہ بن معمر کو مکرآن کا والی بنا کر بھیجا گیا انہوں نے بھی بڑی بہادری سے یہاں کے سرکشوں کو زیر کر کے سارے علاقے کو دوبارہ مطیع کیا، تیسری طرف عبدالرحمٰن بن عبیس کرمان کے گورنر نامزد کئے گئے انہوں نے بھی یہاں نہایت خوبی سے امن وامان قائم کیا، ان تمام انتظامات کے باوجود باغیوں کی طرف سے اطمینان نہیں تھا کسی وقت بھی وہ شورش کر کے فساد پھیلا سکتے تھے، اس لئے حاکمِ اعلیٰ ممالک مشرقی ابنِ عامر خود خراسان آئے اور سیستان وکرمان کے گورنر بھی تبدیل کئے، اب کرمان کے گورنر مجاشع بن مسعود مقرر ہوئے، ابنِ مسعود کو یہاں سخت سے سخت معرکے پیش آئے، انہوں نے باغیوں کو یہاں سے بھگایا اور جلاوطن کیا، کئی نئے علاقے فتح کئے، قفصؔ [۳] کے پہاڑوں میں وہ ایک خونریز جنگ لڑنے کے بعد داخل ہوئے اور کچھ عرب خاندان

---

[۱] یہ ابنِ عامر وہ نہیں جن کا پیچھے ذکر ہوا وہ ابن عامر بن ربیع تھے یہ ابن عامر بن کریز ہیں یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد ہونے کا اعزاز بھی رکھتے ہیں۔

[۲] سیستان یا سیوستان کے بارے میں پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ یہ موجودہ افغانستان کا وہ علاقہ ہے جو دریائے ہلمند اور اس کے معاون دریاؤں کے ڈیلٹا پر مشتمل تھا اور کبھی سندھ کی حدود یہاں تک بڑھ جاتی تھیں اس لحاظ سے سندھ کا صوبہ بن جاتا تھا، چنانچہ قدیم تاریخوں میں سندھ کے صوبہ کے طور پر بھی اس کا نام ملتا ہے۔

[۳] حضرت سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق یہ قفصؔ لفظِ قچ کا عربی تلفظ ہے، مراد اس سے قپچاق قوم ہے جو کسی زمانے میں اپنے اصل علاقے ترکستان سے ہند کے ان مغربی پہاڑی دروں میں فاتحانہ داخل ہو کر رہ بس گئے تھے، اور غالباً یہی آج پٹھان اور بلوچ کہلاتے ہیں (تاریخِ سندھ ص ۳۰)

یہاں آباد کئے، اس طرح یہ علاقے امن کا گہوارہ بن گئے، اورابنِ مسعود اطمینان سے حکومت کرنے لگے، سیستان کا تذکرہ ہم طوالت کے خدشے سے قلم انداز کررہے ہیں ورنہ خلافتِ عثمانی میں ان نئے گورنروں کے زمانے میں وہاں پھر بغاوتیں ہوئیں اور پھر فتوحات ہوئیں جس کی ایک طویل تاریخ ہے ،خصوصاً عبدالرحمٰن بن سمرہ صحابیٔ رسول اور ربیع بن زیاد نے یہاں بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے اور فتوحات کا دائرہ سیستان ،کابل سے آگے بڑھا کر غزنی (زابلستان) قندھار تک پھیلا دیا اور مستحکم انتظامات کئے۔ ۳۵ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے ،۳۶ھ میں سابقہ عثمانی والیوں کی معزولی عمل میں لائی گئی اور نئے گورنر مقرر ہوئے ،اس تبدیلی سے ایک دفعہ پھر بغاوت کی آگ ان علاقوں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ۳۶ھ میں واقعہ جمل کے بعد عتاب حبطی نے سیستان پہنچ کر تمام صوبے پر قبضہ کر کے خودمختار حکومت قائم کی، یہ صاحب جنگِ جمل میں بھی فریق وشریک تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے مقابلے کے لئے عبدالرحمٰن بن جرد طائی کو روانہ کیا لیکن وہ خود جنگ میں کام آئے، تب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رئیس المفسرین نے جواب دورِ مرتضوی میں والی عراق ہوکر تمام مشرقی ممالک کے حاکمِ اعلیٰ مقرر ہوگئے تھے عتاب حبطی کے مقابلہ میں ربعی بن کاس کو بھیجا انہوں نے عتاب کو شکست دے کر تمام سیستان کو زیرِ نگین کرلیا۔

۳۸ھ میں ثاغر بن دعورا کو مزید سرحدی علاقوں پر حملہ کے لئے روانہ کیا، یہ تمام سرحدی علاقے اور مقامات فتح کرتے ہوئے کوہستانِ قیقان (موجودہ قلات ''بلوچستان'') میں جب پہنچے تو یہاں سخت معرکہ پیش آیا کیونکہ بیس ہزار قیقانی تمام دروں کی ناکہ بندی کئے ہوئے پڑے تھے یہاں بھی سخت لڑائی ہوئی لیکن میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا، قیقانی بری طرح منتشر ہوئے ، ہزاروں گرفتار ہوکر جنگی قیدی بنے ، دوسری طرف ربعی سیستان کا انتظام کرکے کچھ ہی دنوں اطمینان سے بیٹھ پائے تھے کہ پھر بغاوتیں شروع ہوگئیں، اب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیاد کو سیستان کا گورنر بنا کر بھیجا، وہ ۳۹ھ میں یہاں پہنچے اوران علاقوں کا بہترین انتظام کیا۔ ۴۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے انہوں نے دوبارہ عہدِ عثمانی کے گورنر عبداللہ بن عامر کو مشرقی ممالک کا حاکمِ اعلیٰ مقرر کیا اس دور میں بھی سیستان، قیقان، مکران میں بغاوتیں اور انسدادی معرکے جاری رہے، عبدالرحمٰن بن سمرہ صحابیٔ رسول سابقہ عثمانی گورنر سیستان کو ابنِ عامر نے دوبارہ اس عہدے پر بحال کیا انہوں نے یہاں دوبارہ فتوحات وانتظامات

کیئے۔

۴۴ھ میں عبدالرحمٰن بن سمرہ کے لشکر کے ایک جرنیل مہلب بن ابی صفرہ اپنی فوج لے کر ہند کے دروازہ درہ خیبر (اصلاً تو اس وقت کے لحاظ سے یہ سندھ کا شمالی دروازہ تھا لیکن ہند سے باہر بشمول سندھ کے سارے خطے کو ہند ہی کہتے ہیں) کی طرف بڑھے، مہلب کابل اور پشاور کے درمیان تمام پہاڑی دروں اور گھاٹیوں کو عبور و پائمال کر کے وارِدِ ہند (یعنی سندھ) ہوئے واپسی میں ملتان اور پشاور کے درمیانی علاقوں کو پائمال کیا، قندابیل [1] (بلوچستان) کے قریب دشمن سے مقابلہ ہوا، دشمن سے سخت مقابلہ کے بعد دشمن کو شکستِ فاش دے کر مالِ غنیمت کے ساتھ قلات (قیقان) پہنچے، مہلب کے یہ معرکے تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں، کیونکہ ایک طرف وہ درہ خیبر سے داخل ہوئے جو ہر زمانے میں ہند کی فاتح قوموں کی وارِدِ ہند ہونے کے لئے گذرگاہ رہی ہے اور دوسری طرف یہ پہلا موقعہ تھا کہ کوئی اسلامی لشکر اصل ہند پر حملہ آور ہوا

یہ تو سیستان کی طرف پیش آنے والے واقعات تھے، دوسری طرف مکران اور اطراف سندھ میں ۴۳ھ میں عبداللہ بن عامر حاکمِ اعلیٰ نے عبداللہ بن سوار عبدی کو وہاں کے باغیوں کی سرکوبی کرنے اور انتظام سنبھالنے کے لئے بھیجا تھا انہوں نے یہاں متعدد کامیاب معرکے لڑے اور باغیوں کی سرکوبی کی اور انتظام قائم کیا، لیکن آخرکار ایک معرکہ میں وہ بمع رفقائے کار شہید ہو گئے، اب حاکمِ اعلیٰ ان اطراف کے زیاد تھے، انہوں نے سنان بن مسلمہ کو ان اطراف میں بھیجا، سنان نے یہاں بڑی بہادری سے فتوحات کیں، انتظام قائم کیا، اور ملک کو پر رونق بنانے میں ہمت صرف کی، آخرکار ایک سخت معرکے میں کام آئے، سنان کی شہادت کے بعد ۶۱ھ میں ابوالاشعث منذر بن جارود عبدی حاکم ہو کر آئے انہوں نے آتے ہی بوقان ، قیقان (قلات) پر کامیاب معرکے کیئے اور باغیوں کا اہم شہر قصدار (موجودہ خضدار، بلوچستان) فتح کیا اب مشرقی ممالک کے حاکمِ اعلیٰ عبیداللہ بن زیاد تھے۔ [2] ۶۵ھ میں عبدالملک بن مروان اموی خلیفہ بنا لیکن وہ اندرونی انتظامات اور خانہ جنگیوں کی روک تھام میں اتنا الجھ گیا کہ سرحدی معاملات کی طرف کوئی توجہ نہ دے سکا۔ ۷۵ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی عراق کا گورنر نامزد ہو کر جب مشرقی ممالک کا

---

[1] قندابیل قلات ڈویژن میں واقع ہے اس کو اب گنڈاوہ کہتے ہیں بلوچستان کا مشہور درہ بولان اسی علاقے میں واقع ہے، قندابیل کی فوجی اور تاریخی اہمیت اس سے بھی واضح ہے کہ یہ کسریٰ فارس کی سلطنت میں اس طرف کے تمام مفتوحہ علاقوں کے لئے فوجی مستقر تھا یہیں سے اطراف و جوانب کے علاقوں پر تسلط رکھا جاتا تھا۔

[2] یہی واقعہ کربلا کے بنیادی کردار بھی ہیں۔

حاکمِ اعلیٰ بنا[۱] تو اس نے سعید بن زرعہ کلابی کو مکران اور اطرافِ سندھ کا حاکم مقرر کیا، اس عہد میں مزید کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ حکومتِ سندھ نے اپنی ناعاقبت اندیشی کا ثبوت دیتے ہوئے اسلامی حکومت کے کچھ باغیوں کو اپنے ہاں پناہ دی، جس سے اسلامی حکومت کا ان سے بغض وعداوت کا لاوا آتش فشاں بننے لگا۔ ان باغیوں میں سے اہم گروہ محمد علاقی کا تھا جو حجاج کے دور کی مشہور خانہ جنگی دیر جماجم کے واقعہ میں عبدالرحمٰن بن اشعث کا ساتھی تھا، ابنِ اشعث کی شکست پر یہ اپنے پانچ سو آدمیوں کے ساتھ عمان کے راستے بھاگ کر حدود سندھ میں داخل ہوا، ایک معرکہ میں سندھ کے راجہ داہر کی درخواست پر ان بہادر عربوں نے داہر پر حملہ آور ہونے والے راجہ رن مل کے اسی ہزار کے لشکر پر شب خون مار کر ان کو تتر بتر کر دیا، اس کے صلہ واعزاز میں راجہ داہر نے ان عربوں کو ایک پورا علاقہ خود مختارانہ عطیہ کیا، حجاج بن یوسف اسلامی حکومت کے ان عرب باغیوں کا یہ اعزاز سندھ میں دیکھ کر پیچ وتاب کھا رہے تھے۔ (جاری ہے)

---

[۱] پیچھے مذکور تفصیل سے واضح ہے کہ خلافتِ راشدہ اور بنوامیہ کے عہد میں عراق کا حاکم ہی عراق سے آگے تمام مشرقی ممالک، ایران، خراسان، ماوراء النہر اور سرحدی صوبوں کا بھی والی اور منتظم اعلیٰ ہوا کرتا تھا، یہاں عہدوں کا عزل ونصب، انتظامی معاملات وغیرہ تمام امور اس کے اختیار میں ہوتے تھے۔

عورت کے مخصوص ایام میں کیا ہوا سفر معتبر ہے یا نہیں؟

سوال:...... اگر ایک عورت کو مخصوص ایام (Manses) آ رہے ہیں اور وہ اسی دوران سفر شروع کر دیتی ہے اور دور پہنچ کر اس کے ایام بند ہو جاتے ہیں تو کیا اس کو مسافر سمجھا جائے گا یا مقیم؟

جواب:...... اس سلسلہ میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ مخصوص ایام میں عورت پر نماز معاف ہوتی ہے اس لئے اس حالت میں کیا ہوا سفر شرعاً معتبر نہیں ہوتا، بلکہ پاک ہونے کے بعد معتبر ہوتا ہے، لہٰذا سفر کا جو حصہ مخصوص ایام کی حالت میں گزرا اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا، پاک ہونے کے بعد کے سفر کو دیکھا جائے گا، اگر وہ ۴۸ میل یعنی سوا ستتر کلو میٹر بنتا ہے تو وہ مسافر ہوگی ورنہ نہیں، اسی طرح اگر مذکورہ شرعی مسافت پوری کرنے کے بعد پاک ہوئی تب بھی ناپاکی کی حالت میں کئے ہوئے سفر کو شمار نہیں کیا جائے گا، خلاصہ یہ کہ مخصوص ایام میں کیا ہوا سفر پاک ہونے کے بعد کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا جب اور جہاں پاک ہوئی اس کے بعد اور اس سے آگے کی حالت کو دیکھا جائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ گویا کہ اب اس کا سفر شروع ہوا ہے اور اگر پاک ہونے کے بعد سفر سرے سے کیا ہی نہیں یا کیا تو ہے مگر وہ شرعی مسافت کے برابر نہیں بنتا تو دونوں صورتوں میں وہ مقیم سمجھی جائے گی نہ کہ مسافر، باوجودیکہ وہ اپنے وطن میں نہیں ہے۔ فقط۔ واللہ اعلم محمد رضوان، ۱۶/ رجب، ۱۴۲۶ھ

طب وصحت محمد رضوان صاحب

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

نیند و بیداری (دوسری وآخری قسط)

......نیند کی کمی ''سہر'' (Insomnia)

جب نیند طبعی مقدار سے کم ہوجائے تو یہ بھی بیماری کہلاتی ہے، اس بیماری کو طب کی زبان میں ''سہر'' ''ان سومنیا'' (Insomnia) کہا جاتا ہے۔

سہر کی عام طور پر تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔

(۱)......نیند شروع میں نہ آئے (۲)......نیند آئے، لیکن تھوڑی دیر بعد ختم ہوجائے (۳)......نیند بالکل ہی نہ آئے (طب صابر ۱۵،۱۶، ترتیب حکیم مبشر علی حسن صاحب)

علامات: اس مرض کی جو نشانیاں اور علامات بیان کی جاتی ہیں وہ یہ ہیں: اس بیماری کے دوران ناک کے نتھنے خشک ہوجاتے ہیں، پیاس کا غلبہ ہوتا ہے، حلق خشک ہوجاتا ہے، سر کے اندر گرمی معلوم ہوتی ہے، دل کی حرکت بڑھ جاتی ہے، اور طبیعت بے چین ومضطرب ہوجاتی ہے، بے خوابی اور نیند نہ آنے کی شکایت اگر زیادہ عرصے تک جاری رہے تو یہ مرض خطرناک شکل اختیار کرلیتا ہے، چنانچہ اس کے نتیجہ میں پاگل پن، مالیخولیا، اختلاجِ قلب (دل کی دھڑکن تیز اور بے قابو ہونا) خشک کھانسی اور دوسری مہلک بیماریاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، لہٰذا ایسے مرض میں مبتلا انسان کو جلد از جلد کسی ماہر ومستند معالج (حکیم) سے علاج کرانا چاہئے اور غفلت نہیں کرنی چاہئے۔

اسباب: اس بیماری کی وجوہات عام طور پر جو بیان کی جاتی ہیں وہ یہ ہیں: گرم غذاؤں کا کثرت سے استعمال کرنا، رنج وغم کی کثرت، دھوپ اور آگ کے پاس دیر تک کام کرنا، خون کا جسم سے زیادہ مقدار میں نکلنا، کسی بڑے کام کی فکر سوار ہونا، شراب نوشی، بھنگ اور دیگر منشیات کا استعمال، سگریٹ وتمباکو اور چائے کا کثرت سے استعمال کرنا اور مباشرت کی کثرت وغیرہ جیسی چیزوں سے دماغ میں گرمی اور خشکی کے بڑھنے سے یہ مرض پیدا ہوجاتا ہے۔

✪ ......نیند کی زیادتی ''سبات'' (Somnolense)

جب نیند طبعی مقدار سے زیادہ ہو جائے تو یہ بھی بیماری کہلاتی ہے، اس بیماری کو طب کی زبان میں ''سبات'' اور ''سمنولینس'' (Somnolense) کہا جاتا ہے، سبات کے معنیٰ سونے کے ہیں، سبات دراصل سخت اور گہری نیند کا نام ہے، جس کی مدت دراز اور لمبی ہوتی ہے، یعنی اس نیند کا زمانہ نیند کی طبعی اور مناسب مقدار سے زیادہ ہوتا ہے، اس مرض میں مبتلا انسان خواہ کتنا ہی سوئے، لیکن غنودگی برقرار رہتی ہے، اور کسی طرح بستر سے اٹھنے کو جی نہیں چاہتا۔

علامات: اس مرض کی جو نشانیاں اور علامات عام طور پر بیان کی جاتی ہیں وہ یہ ہیں: ایسے مریض کے سر کا اگلا حصہ عام طور پر بوجھل رہتا ہے، چہرہ پر بھربھراہٹ سی معلوم ہوتی ہے، پلکوں پر بوجھ رہتا ہے، ناک اور منہ سے بار بار رطوبت نکلتی ہے، سر چھونے سے ٹھنڈا معلوم ہوتا ہے، مریض بہت گہری نیند سوتا ہے اور خراٹوں کی آواز بلند ہوتی ہے، طبیعت ہر وقت سُست اور سونے کی طرف مائل رہتی ہے، اور کسی کام کاج کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

اسباب: اس بیماری کی وجوہات جو عام طور پر بیان کی جاتی ہیں، وہ یہ ہیں: سر کے حصہ کو زیادہ سردی لگنے، برف اور ٹھنڈی چیزوں کے کثرت سے استعمال کرنے، مستقل نزلہ وزکام کے رہنے سے دماغ میں بلغمی رطوبات جمع ہونے سے یہ مرض پیدا ہو جاتا ہے، بعض اوقات مباشرت کی کثرت سے، زیادہ محنت کرنے سے، ضعف اور تکان کی وجہ سے یا کسی بیماری میں زیادہ وقت تک مبتلا رہ کر کمزور ہو جانے، زیادہ دست آنے یا جسم کے کسی حصہ سے زیادہ مقدار میں خون نکل کر کمزوری بڑھ جانے کی وجہ سے بھی یہ مرض پیدا ہو جاتا ہے ایسے مریض کو ورزش کرنے اور گرم جگہ رہنے سے فائدہ ہوتا ہے، لیکن مستقل علاج کسی ماہر و مستند معالج (حکیم) سے ہی کرانا چاہئے (ماخوذ از حاذق ص ۲۸، ۳۳ مصنفہ مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان مرحوم بتغیر)

Idara Ghufran

اخبار ادارہ محمد امجد حسین صاحب

ادارہ کے شب وروز

□......اتوار ۱۶/۲۳/ جمادی الثانیہ اور یکم/ ۸/ ۱۵/ رجب بعد عصر حسبِ معمول ہفتہ وار اصلاحی مجالس منعقد ہوتی رہیں۔

□......سوموار ۱۶/ رجب دار الافتاء کے دونوں حصوں کی سفیدی وصفائی کا کام تکمیل پذیر ہوا

□......منگل ۱۸/ ۲۵/ جمادی الثانیہ اور ۳/ ۱۰/ ۱۷/ رجب کو بعد ظہر اراکینِ عملہ کے لئے ہفتہ وار اصلاحی بیان حسبِ معمول ہوتا رہا۔

□...... بدھ ۱۹/ ۲۶/ جمادی الثانیہ اور ۴/ ۱۱/ ۱۸/ رجب کو طلبہ کرام کے لئے حسبِ معمول ہفتہ وار اصلاحی بیانات ہوتے رہے۔

□......جمعرات ۲۰/ ۲۷/ جمادی الثانیہ اور ۵/ ۱۲/ ۱۹/ رجب کو بعد ظہر حسبِ معمول طلبہ کی بزم ادب کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں، ۵/ رجب کی نشست شعبہ تجوید وکتب کے نصاب کی تکمیل کے حوالے سے خصوصی تھی، جس میں طلبہ کرام نے بھرپور حصہ لیا، حضرت مدیر دامت برکاتہم کا بیان ہوا، مجلس کے بعد متعلقہ طلبہ کرام کی طرف سے تمام طلبہ ساتھیوں اور اساتذہ کے لئے چائے کی ضیافت کا اہتمام تھا، عصر تک یہ تمام مراحل بحسن وخوبی مکمل ہوئے۔

□...... جمعہ ۲۱/ ۲۸/ جمادی الثانیہ اور ۶/ ۱۳/ رجب کو حسبِ معمول بیانات ومسائل کے سلسلے منعقد ہوئے۔

□......مورخہ ۱۸/ رجب بروز بدھ ادارہ غفران کے درجۂ کتب کے مدرس مولانا طاہر محمود قریشی صاحب زید مجدہٗ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوا، بعد عصر حضرت مدیر دامت برکاتہم نے راولپنڈی صدر میں ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

ماہنامہ ''التبلیغ'' کا علمی وتحقیقی سلسلہ

علماء، مشائخ، ماہرینِ علوم دینیہ اور اربابِ فقہ وافتاء کے لئے خصوصی پیش کش
دینی مدارس، علمی مراکز، اور دینی وتحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

﴿دوسرا شمارہ شائع ہو چکا ہے﴾

جس میں مریض کے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی مختلف صورتوں کا مفصل ومدلل حکم اور علمی تحقیقی سلسلہ اور تحقیق طلاق بالکتابۃ پر اہلِ علم حضرات کی آراء پیش کی گئی ہیں

اخبارِ عالم

ابوجویریہ

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ **26 / جولائی:** لینڈ مافیا کے خلاف مسودہ قانون صوبائی حکومتوں کے حوالے، پٹواری کی دہشت گردی ختم کرنا ضروری ہے، وزیراعظم پاکستان ★ فوج کی مداخلت سے ملک میں آئین کی بالادستی ختم ہوگئی، بے نظیر بھٹو ✍ **27 / جولائی:** 58 سال میں پہلی مرتبہ پاک بھارت سرحدی تجارت کا آغاز، متعدد ٹرک بھارت سے 500 ٹن ادرک اور آلو لے کر پہنچ گئے، سامان کی نقل وحمل سے پاک بھارت تجارت میں تیزی آئے گی، بھارتی تاجر ✍ **28 / جولائی:** عراقی وزیراعظم نے امریکی افواج کے فوری انخلاء کا مطالبہ کردیا، وقت آ گیا ہے کہ امریکی فوج عرق کا تمام سیکورٹی کنٹرول ملکی فوج کے حوالے کردے اور انخلاء کا عمل تیز کردیا جائے، کوئی ٹائم ٹیبل تو نہیں دیا جاسکتا تاہم یہ کام جس قدر جلدی ممکن ہو اتنا ہی بہتر ہے، ابراہیم الجعفری ★ 1988ء کے ثقافتی سمجھوتے کی بحالی کے لئے پاکستان اور بھارت متفق، دونوں ممالک زائرین کی تعداد بڑھانے کے لئے 1974ء کے معاہدے کی توسیع دینے پر بھی اتفاق کیا ★ عراق میں الجزائر کے دو مغوی سفارتکار قتل، حملے میں 4 امریکی فوجی ہلاک، زرقاوی گروپ نے مطالبات تسلیم نہ ہونے پر سفارتکاروں کو قتل کیا، بغداد میں امریکی فوجی گاڑی سڑک کے کنارے نصب بم سے ٹکرا گئی ✍ **29 / جولائی:** افغانستان: ہیلی کاپٹر تباہ 5 امریکی فوجی ہلاک، جھڑپوں میں 30 افغانی فوجی مارے گئے ✍ **30 / جولائی:** افغانستان: طالبان نے ایک اور امریکی ہیلی کاپٹر مار گرایا، متعدد فوجی ہلاک، حکومتی کمانڈر عبدالصمد ساتھیوں سمیت طالبان سے جا ملے ★ پاکستان: 1400 غیر ملکی دینی طلباء کو پاکستان سے ملک بدر کرنے کا اعلان، آئندہ ویزہ نہیں دیں گے، صدر پرویز ✍ **31 / جولائی:** پاکستان: حکومت نے بھارت سے درآمد کی جانے والی 770 اشیاء کی فہرست جاری کردی، خام مال، کیمیکلز، مشینری، فاضل پرزے، دھاتیں، نیم تیار شدہ مصنوعات اور روزمرہ استعمال کی اشیاء فہرست میں شامل ہیں، بھارت کو بھیجے جانے والی اشیاء کی مالیت ساڑھے 10 ارب روپے سالانہ ہے ✍ **یکم / اگست:** پاکستان ایسا کن ٹوٹا پہلوان ہے جسے ہر واردات کے بعد تھانے طلب کیا جاتا ہے، تھانیدار کو یقین ہوتا ہے کہ اگر یہ کن ٹوٹا واردات میں ملوث نہیں تب بھی اسے یہ ضرور پتہ ہوگا کہ واردات کس نے کی ہے، جہادِ افغانستان کے دوران امریکہ، برطانیہ، سعودی عرب سمیت سب برابر کے شریک تھے لیکن بعد میں سارے کردار دبے پاؤں نکل گئے، صرف پاکستان بیٹھا رہ گیا، بی بی

سی ✍ **2 / اگست**: خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد انتقال کر گئے ،شاہ فیصل ہسپتال ریاض میں انتقال ہوا،سعودی سرکاری ٹیلی ویژن نے نشریات روک کر تلاوت قرآن پاک چلادی،مرحوم شاہ فہد نے 1923ء میں پیدا ہوئے، 1982ء میں شاہ خالد کی وفات کے بعد ملک کے فرمانروا بنے اور 83 سال کی عمر پا کر دنیائے فانی سے چل بسے،سعودی حکومت نے وفات کی باقاعدہ تصدیق کردی ،نمازِ جنازہ آج عصر کی نماز کے بعد ادا کی جائے گی ،پاکستان اور اسلامی ممالک سمیت دنیا بھر کے رہنما شرکت کریں گے،مصر میں منعقد کی جانے والی حالیہ عرب سربراہ کانفرس ملتوی کرنے کا اعلان کردیا گیا،شاہ عبداللہ نئے فرمانروا نامزد★لندن میں برازیلی شہری کی ہلاکت پر برطانوی پولیس 1 ملین ڈالر ہرجانہ ادا کرے گی★سکارٹ لینڈیارڈ کے ڈپٹی اسسٹنٹ کمشنر جان ییٹز برطانوی وفد کے ہمراہ ہلاک ہونے والے برازیلی شہری کے والدین سے ملاقات کے لئے برازیل پہنچ گئے★سوڈان کے نائب صدر 15 ساتھیوں سمیت ہیلی کاپٹر حادثے میں ہلاک ✍ **3 / اگست**: شاہ فہد لاکھوں اشکبار آنکھوں کے سامنے ریاض میں سپردِ خاک★پاکستان: بھارت سے چینی کی درآمد پر عائد پابندی ختم ✍ **4 / اگست**: سعودی عرب: شاہ عبد اللہ نے چھٹے فرمانروا کی حیثیت سے حلف اٹھالیا★عراق: دھماکہ میں فوجی گاڑی تباہ 14 امریکی فوجی ہلاک★شمال مغربی افریقہ میں تیل سے مالامال ملک موریطانیہ میں فوج نے اسلام پسندوں کے خلاف کریک ڈاؤن کرنے والے صدر معاویہ عود کی حکومت کا تختہ الٹ دیا،صدر معاویہ امریکہ کے مضبوط اتحادی سمجھے جاتے تھے،شاہ فہد کے جنازے میں شرکت کے لئے گئے تھے کہ ان کی حکومت ختم کردی گئی،معاویہ عود نے 1984ء میں خونریز بغاوت کے بعد اقتدار پر قبضہ کیا تھا ✍ **5 / اگست**: پاکستان: مدارس کی اسناد پر الیکشن لڑنے والے ناظم،نائب ناظم کے تمام امیدوار نااہل،انگریزی، اردو اور مطالعہ پاکستان کے مضامین پاس نہ کرنے والے طلباء کی مدارس سے حاصل کی جانے والی اسناد کو میٹرک کے مساوی قرار نہیں دیا جاسکتا،ایف گریڈ میں میٹرک پاس کرنے والوں کے کاغذات بھی مسترد،سرحد ہائیکورٹ اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن سمیت متعدد حکومتی اداروں کی طرف سے اسناد تسلیم کرنے کے باوجود اس طرح کا فیصلہ باعثِ تشویش ہے،مجلسِ عمل ،فیصلہ قبول نہیں،سپریم کورٹ جائیں گے،اتحاد تنظیمات المدارس★پاکستان: سپریم کورٹ کا حسبہ بل کی 5 دفعات پر اعتراض،گورنر سرحد کو دستخط نہ کرنے کا حکم★پاکستان: تحریک آزادی کے کارکن، عالمی مجلس ختمِ نبوت اور جے یو آئی کے ممتاز رہنما سید امین گیلانی انتقال کر گئے،تحریک ختمِ نبوت اور تحریک نظامِ مصطفیٰ میں 5 سال جیل کاٹی،مرحوم کی عمر 85 سال تھی ✍ **6 / اگست**: گوانتاناموبے سے امریکہ کا مزید 110 قیدی افغانستان بھیجنے

کا اعلان ★ افریقی یونین نے موریطانیہ کی رکنیت معطل کردی، رکنیت فوج کی طرف سے صدر اولڈ تایا کی حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد یونین نے متفقہ طور پر معطل کی، معزول صدر نے نائیجیریا میں سیاسی پناہ حاصل کرلی ✍ **7 / اگست**: خارجہ سیکرٹریز کے مابین ہاٹ لائن کے قیام اور میزائل تجربات کی پیشگی اطلاع دینے پر پاکستان اور بھارت کا اتفاق ★ پاکستان: دسمبر 2005ء تک رجسٹریشن نہ کرانے والے مدارس کو بند کردیا جائے گا، وفاقی وزیر تعلیم ★ تیونس کا طیارہ اٹلی کے قریب سمندر میں گر کر تباہ 19 مسافر ہلاک 20 کو بچالیا گیا ✍ **8 / اگست**: دہشت گردی کے خلاف مہم، برطانیہ نے 500 مسلمانوں کی ملک بدری کا فیصلہ کرلیا ★ عالم اسلام کی نامور شخصیت احمد دیدات 87 سال کی عمر میں جنوبی افریقہ کے شہر ڈربن میں انتقال کرگئے ✍ **9 / اگست**: پاکستان: مدارس کی رجسٹریشن کا فیصلہ حتمی ہے، کسی قسم کی رکاوٹ برداشت نہیں کیا جائے گی، صدر پرویز مشرف ★ دفاعی تیاریوں پر پابندی سمیت 7 نکات پر اتفاق، پاک بھارت مذاکرات کا مشترکہ اعلامیہ جاری ✍ **10 / اگست**: پاکستان: صدر نے معمولی جرائم میں ملوث قیدیوں کی سزاؤں میں کمی کردی، عمر قید کے حامل قیدیوں کی سزا میں 90 دن کی کمی، متعدد قیدیوں کو 45 دن کا ریلیف دیا گیا، ایک تہائی سزا بھگتنے والے معمر خواتین و مرد قیدیوں کی باقی سزا معاف، صدارتی احکامات کا دہشت گردی، قتل، جاسوسی، زنا، فرقہ واریت اور ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث قیدیوں کے علاوہ نیب کے سزا یافتہ قیدیوں پر نہیں ہوگا ★ بھارت لینڈ سلائیڈنگ سے ہائیڈرو الیکٹرک پاور پلانٹ تباہ، پلانٹ چار ہزار ایکڑ پر مشتمل ہے، پلانٹ کے سات ملازمین ہلاک اور مزید کئی ملبے تلے پھنسے ہوئے ہیں، امدادی کاروائیاں جاری ✍ **11 / اگست**: پاکستان: حسبہ پاس کرنا سرحد اسمبلی کا حق ہے، گورنر کو منظوری دینا ہوگی، جسٹس (ر) سجاد علی شاہ، سپریم کورٹ نے حسبہ پر رائے دی ہے، فیصلہ نہیں ★ امریکہ نے گوانتاناموبے میں قید 210 قیدیوں کو ان کے اپنے ملکوں میں بھجوانے کا فیصلہ کرلیا ✍ **12 / اگست**: پاکستان نے پہلے کروز میزائل کا کامیاب تجربہ کرلیا ★ پاکستان: عوام کو مدارس کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے لئے اتحاد تنظیمات المدارس نے ملک گیر مہم کا اعلان کردیا، کمیٹی قائم ★ بھارت سے آلو کی پہلی کھیپ زمینی راستے سے پاکستان پہنچ گئی، آلو منڈی میں 15 روپے کلو کے حساب سے فروخت کیا جائے گا، جس سے عوام کو فائدہ ہوگا، تاجر ✍ **13 / اگست**: نیب نے 114 سیاستدانوں سمیت 417 افراد کے خلاف کیسز ختم کردیئے، 547 سیاستدانوں بیورکریٹس، بزنس مین اور مسلح افواج کے سابق افسران کے خلاف تحقیقات جاری ہیں ★ پاکستان: بھارت سے مزید 50 ہزار ٹن ڈیوٹی فری چینی درآمد کرنے پر غور ✍ **14 / اگست**: پاکستان: 20 روپے کا نوٹ

Iqra Gilani

جاری، ڈیزائن اور کلر سکیم نئی ہے، نابینا افراد کی پہچان کے لئے نوٹ میں ابھری ہوئی سطح ہے طباعت کی تاریخ بھی لکھی گئی، کلر فوٹو کاپی اور سکینگ ممکن نہیں، پرنٹنگ پر یورو جیسی ٹیکنالوجی استعمال کی گئی، منیجر اسٹیٹ بینک ✍ **15 / اگست**: تعطیلِ اخبارات ✍ **16 / اگست**: پاکستان: سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ ترمیمی آرڈیننس جاری صوبہ سندھ میں مدارس کی رجسٹریشن لازمی قرار دیدی گئی ترمیم کے تحت رجسٹریشن کے بغیر کوئی مدرسہ قائم ہوگا نہ ہی کام کر سکے گا، ہر مدرسہ سالانہ کارکردگی رپورٹ رجسٹرار کے پاس جمع کرائے گا، مدرسے کے اخراجات اور آمدن کا ریکارڈ رکھا جائے گا، آڈٹ کرانے کے بھی پابند ہونگے، نسلی یا مذہبی منافرت کا لٹریچر بھی پڑھانے پر پابندی ہوگی ★ یونان، روس اور امریکہ میں 4 مسافر طیارے گر کر تباہ، 213 افراد ہلاک، قبرص سے یونان آنے والا طیارہ انوبیا کے جزیرے میں گر کر تباہ ہوا، روس کے دو مسافر طیارے گرنے کی وجوہات کا علم بھی نہ ہو سکا ✍ **17 / اگست**: افغانستان: ہرات میں نیٹو کے دو ہیلی کاپٹر مار گرائے گئے 17 فوجی ہلاک ★ وینزویلا میں کولمبیا کی فضائی کمپنی کا طیارہ گر کر تباہ 160 مسافر ہلاک حادثہ سے قبل جہاز کے پائلٹ نے ائیر ٹریفک کنٹرول حکام کو انجن میں خرابی پیدا ہونے کی اطلاع دی تھی، جہاز میں 153 مسافروں کا تعلق فرانس سے تھا ★ پاکستان: مدارس اپنی سرگرمیوں اور اخراجات کا حساب رجسٹرار کو پیش کرنے کے پابند، کوئی بھی مدرسہ اس وقت تک کام نہیں کر سکے گا جب تک وہ مذکورہ آرڈیننس کے تحت رجسٹرڈ نہیں ہو جاتا، رپورٹ سالانہ بنیادوں پر پیش کی جائے گی ✍ **18 / اگست**: بنگلہ دیش کے مختلف شہروں میں 350 بم دھماکے 2 افراد جاں بحق 125 زخمی، بم دھماکے سرکاری اور دیگر عمارتوں کے باہر ہوئے، تخریب کاروں نے مختلف اداروں اور سرکاری تنصیبات کو نشانہ بنانے کی کوشش کی تاہم وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکے، نائب وزیر داخلہ ★ پاکستان: صدر نے مدارس کی رجسٹریشن کے لئے ترمیمی آرڈیننس 2005ء جاری کر دیا، نئے آرڈیننس کے تحت تمام مدارس کی رجسٹریشن لازمی قرار دی گئی، فرقہ واریت اور مذہبی منافرت پھیلانے پر پابندی ہوگی ✍ **19 / اگست**: 53 اضلاع میں پولنگ 19 جاں بحق، درجنوں زخمی، ٹرن آؤٹ 50 فیصد رہا، الیکشن کمیشن ★ پاکستان: اشتعال انگیز لٹریچر چھاپنے والوں کے خلاف مہم جاری 50 سے زائد گرفتار، مہم کا بنیادی مقصد معاشرے سے منفی رجحانات کا خاتمہ کرنا ہے، منافرت پھیلانے والوں کے خلاف مقدمات بھی درج کئے جا رہے ہیں ✍ **20 / اگست**: جہادی آیات والا پاکستانی نصاب ناقابلِ قبول اور اشتعال انگیز ہے، امریکہ ★ پاکستان: بلدیاتی انتخابات کا پہلا مرحلہ 17 اضلاع میں 80 فیصد (ق لیگ) کے حمایت یافتہ امیدوار کامیاب ہوئے، پرویز الٰہی ✍ **21 / اگست**: روزنامہ اسلام کی ڈیکلریشن

کی منسوخی افسوسناک ہے، بحالی کے لئے کردار ادا کریں گے، چوہدری شجاعت، پرویز الٰہی ★ پاکستان: صدر پر قاتلانہ حملے میں ملوث فوجی کو پھانسی، اسلام الدین شیخ عرف عبدالسلام صدیقی کو ہفتے کی صبح سنٹرل جیل ملتان میں سزائے موت دی گئی، قبل ازیں صدر مملکت اور وائس چیف آف آرمی سٹاف نے رحم کی اپیلیں مسترد کر دیں تھی ✍ **22 / اگست:** پاکستان: کراچی ملیر پُل پر مال بردار گاڑی کی بوگیاں دھماکے سے الٹ گئیں، بوگیاں دوسرے ٹریک پر بھی الٹنے سے ٹرینوں کی آمد ورفت مکمل طور پر معطل ہوگئی، کئی ٹرینوں کو قریبی اسٹیشنوں پر روک لیا گیا، بم ڈسپوزل اسکواڈ، رینجرز اور پولیس کی بھاری نفری موقع پر پہنچ گئی، پولیس اہلکار سمیت 2 افراد زخمی، ٹریک کی مرمت مکمل ہونے تک اندرون ملک جانے والی ٹرینیں لانڈھی سے روانہ کرنے کا فیصلہ، واقعہ کی تحقیقات جاری ہیں، ڈی آئی جی پولیس ✍ **23 / اگست:** پاکستان: روزنامہ اسلام کے ڈیکلریشن کی منسوخی کا حکم معطل، ڈی سی او لاہور کی ہائیکورٹ طلبی، اخبارات کی آزادی سلب کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، عدالت۔ ڈیکلریشن منسوخی کے نوٹیفکیشن پر عملدرآمد کرتے ہوئے چار ہفتوں میں تفصیلی جواب طلب کرلیا گیا، روزنامہ ''اسلام'' کی طرف سے پیروی آفتاب احمد باجوہ ایڈوکیٹ نے کی، ڈیکلریشن 15 اگست کو ڈی سی او لاہور نے منسوخ کر دیا تھا، منسوخی کے حکم نامے میں کسی قانونی خلاف ورزی کی وضاحت نہ تھی ✍ **24 / اگست:** اسرائیلی فوج نے مغربی کنارے سے باڑ ہٹانے کا کام شروع کر دیا، سینور اور میش نامی علاقے میں 5 ہزار فوجیوں نے یہودی آبادی خالی کرانے میں حصہ لیا ★ پاکستان: وزیراعظم نے فیصل آباد کراچی موٹروے تعمیر کرنے کی منظوری دے دی، شرح نمو میں تیزی سے اضافے کے باعث ملک میں عالمی معیار کے لاجسٹک نیٹ ورک کی ضرورت ہے، راولپنڈی پشاور موٹروے منصوبہ بھی جلد مکمل ہوجائے گا، شوکت عزیز (وزیرِ اعظم، پاکستان) ✍ **25 / اگست:** پاکستان: ہائیکورٹ نے روزنامہ ''اسلام'' راولپنڈی کے ڈیکلریشن کی منسوخی کا حکم بھی معطل کر دیا ★ پاکستان: ڈاکٹر عبدالقدیر نے شمالی کوریا کو سینٹری فیوجز دیئے، صدر جنرل پرویز مشرف

SOME USEFUL ISLAMIC INFORMATION

By Mufti Muhammad Rizwan Translated by Abrar Hussain Satti

1. The Habit of Being Late From Duty Time

We look that it is daily routine of most of our governmental nongovernmental and semi governmental employees that they reach late on their duty places from their fixed time. Furthermore they do not think it an imperfection. If they have no fear of their superior officers then they looked complete irresponsible. Though when the time of work is fixed from the related authorities then regarding this time is necessary for all employees and it is sin to do against it. Although they get rid from worldly accountability or punishment but they will be asked about that time in next one (Akhrat).Now a days we are looking deficiency in it .Even many educated, learned and religious persons are indulged in this habit. It should be considered that when once regulation of time is settled then its punctuality will be obligatory in sharia and it is not allowed to do against it except any reasonable cause .Some people think that their habit of being late or being the way is long are reasonable causes for being late. But these things are not counted as cause for being late.

2. The View of Unluckiness About any Day

Some people particularly women think that Friday or Monday are unfortunate for washing clothes etc. whereas sharia has not given us any such concept that washing of clothes is sin in any particular day nor it is told that any particular day is unfortunate, moreover such thinking is sin. (For the detail of such mischief, ill faiths and ignorant views study the book"The month of Saffar and ignorant views"(M'ah-e-Saffar aor J'ah-e-laana Khialat) published by Idara Ghufran .)

Idara Ghufran